ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

۱۲ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ---دسمبر ۲۰۰۸ء

- کٹے پھٹے پاکستان کے امریکی نقشے
- برہنہ مسکراہٹیں اور عریاں شوخیاں
- الیکٹرانک میڈیا...... بحث ومناظرہ
- عشرۂ ذی الحجہ، قربانی اور اس کے تقاضے
- قادیانی جماعت کی اسرائیل دوستی
- علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور قادیانیت

نورِ ہدایت

القرآن

قربانی

''اللہ تک نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ اُن کا خون بلکہ اُس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔ اسی طرح اللہ نے اُن کو تمہارا مسخر کر دیا ہے تاکہ اس بات کے بدلے اُس نے تم کو ہدایت بخشی ہے۔ اُسے بزرگی سے یاد کرو اور (اے پیغمبر) نیکوکاروں کو خوش خبری سنا دو۔ [الحج: ۳۶، ۳۷]

تو اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔ [الکوثر: ۲]

الحدیث

سفرِ حج میں پردہ

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم (ازواجِ مطہرات) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کو جاتے ہوئے احرام کی حالت میں تھے۔ جب ہمارے پاس سے کوئی سوار گزرتا تو ہم اپنی چادر اپنے سر کے اوپر کھینچ کر اپنے چہروں پر لے آتے اور جب ہم آگے بڑھ جاتے تو ہم اپنے چہرے کو کھول لیتے تھے۔''

[ابوداؤد]

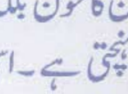

الآثار

پاکستان کا مستقبل

ایک وقت تھا، جب ہندوستان تقسیم ہو رہا تھا۔ ہم نے کہا کہ یوں تقسیم نہ کرو، اس سے مسلمان بھی تقسیم ہوں گے اور تین حصوں میں تقسیم ہوں گے۔ ہمیں نظریہ پر اختلاف نہیں نقشہ پر اختلاف ہے۔ جواباً کہا گیا کہ ہم تو یوں ہی تقسیم کریں گے۔ پھر ہمیں غدار کہا گیا۔

ایک وقت آئے گا جب یہی لوگ پھر تقسیم کریں گے [1] اور ملک توڑ کر ہی دم لیں گے۔ تب ہم کہیں گے ایسا نہ کرو، پاکستان بچالو۔ ہم نے بے پناہ قربانیاں دے کر پاکستان حاصل کیا ہے، اس کی قدر کرو۔ مگر یہ لوگ اپنا جرم تسلیم کرنے کی بجائے ہمیں پھر غدار کہیں گے۔ ہمیں پہلے بھی برا کہا اور اُس وقت بھی برا کہیں گے۔

مجھے پاکستان کا مستقبل خطرات میں گھرا ہوا نظر آرہا ہے۔ ہم نے ہوا کا رخ جس طرف دیکھا تھا تم اس کے الٹ دیکھو گے۔ قادیانی اپنے اکھنڈ بھارت کے عقیدے کو عملی شکل دینا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو یہ تاریخ کا بہت بڑا ظلم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے۔

[امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ]

(ملتان، ستمبر ۱۹۵۸ء)

---

(۱) سانحۂ مشرقی پاکستان کی صورت میں شاہ جیؒ کا تجزیہ درست ثابت ہوا۔

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 19 شمارہ 12 | ذوالحجہ 1429ھ / دسمبر 2008ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بانی: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشنیاں

دل کی بات:	کٹے پھٹے پاکستان کے امریکی نقشے	مدیر	2
دین ودانش:	عشرۂ ذی الحجہ، قربانی اور اس کے تقاضے	مولانا عبداللطیف مدنی	3
//	از دل خیزد......	ذوالکفل بخاری	9
شاعری:	نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر خالد شبیر احمد	10
افکار:	برہنہ مسکراہٹیں اور عریاں شوخیاں	ذوالکفل بخاری	11
//	امریکی انتخابات...... سیاہ فام کی جیت	سید یونس الحسنی	14
//	الیکٹرانک میڈیا کے بارے میں بحث ومناظرہ	مولانا محمد زاہد	16
شخصیت:	حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور قادیانیت	پروفیسر خالد شبیر احمد	20
ردِّ قادیانیت:	پاکستانی قادیانی جماعت کی اسرائیل دوستی	عرفان محمود برق	24
//	فلسطین، اسرائیل اور سر ظفر اللہ خان (آخری قسط)	پروفیسر مشتاق خان کیانی	31
طنز ومزاح:	یہ گدھے	مجید لاہوری مرحوم	40
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	ڈاکٹر عمر فاروق، خادم حسین، جاوید اختر بھٹی	43
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	50
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	56
اشاریہ:	"نقیبِ ختمِ نبوت" ۲۰۰۸ء	محمد الیاس میراں پوری	57

majlisahrar@hotmail.com
majllsahrar@yahoo.com
www.mahrar.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کا ترجمان مجلس احرار اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: آتش کیل نوتو پرنٹرز

Dar-e-Bani Has .im, Mehrban Colony, Multon.(Pakista:)

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری

مدیرِ مسئول

سید محمد کفیل بخاری

مدیر

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر

محمد الیاس میراں پوری

llyas_mlranpurl@yahoo.com
llyasmiranpurl@gmail.com

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک ——— -/200 روپے
بیرونِ ملک ——— -/1500 روپے
فی شمارہ ——— -/20 روپے

ترسیلِ زر بنام ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

100-5278-1

0278

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

دل کی بات　　　　مدیر

کٹے پھٹے پاکستان کے امریکی نقشے

گزشتہ دنوں پاکستان کے تمام قومی اخبارات نے امریکی اخبار ''نیویارک ٹائمز'' کے حوالے سے مستقبل کے ''کٹے پھٹے پاکستان'' کے مختلف نقشے تفصیلی خبروں کے ساتھ شائع کیے ہیں۔اس سے قبل گزشتہ ماہ، بنوں (صوبہ سرحد) کی ایک شاہراہ پر آویزاں ''گریٹر پختونستان'' کے نقشے والے ایک بہت بڑے بورڈ کی تصویر بھی شائع ہوچکی ہے۔ساتھ ہی بنوں پر امریکی میزائل حملہ بھی ہوا جو پاکستان پر براہِ راست پہلا امریکی حملہ ہے۔امریکی ادارے ۱۹۹۰ء سے تقسیم پاکستان کے مختلف نقشے متعارف کرارہے ہیں اور ۲۰۱۵ء تک تقسیم شدہ پاکستان کو تین حصوں میں دکھارہے ہیں۔ایک نقشے میں پاکستان، پنجاب، سندھ اور سرحد پر مشتمل ہے۔دوسرے میں سندھ اور پنجاب اور تیسرے میں صرف پنجاب ہی پاکستان ہے۔ گزشتہ سال مشتہر ہونے والے نقشے میں قبائلی علاقوں اور صوبہ سرحد میں پشاور تک کا حصہ افغانستان میں شامل یا الگ ریاست کے طور پر دکھایا گیا ہے۔''آزاد بلوچستان'' اور ''گریٹر پنجاب'' کی سکیمیں بھی مختلف ویب سائٹس پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

امریکی حملوں کے حوالے سے پارلیمنٹ کی متفقہ قرارداد کی منظوری کے بعد پاکستان پر امریکی حملوں کی تعداد میں اضافہ، امریکہ کی طرف سے پاکستان کی سرحدی اور فضائی حدود کی خلاف ورزیوں میں شدت، ان حملوں میں ہزاروں بے گناہ شہریوں کی شہادت، مساجد اور مدارس مسمار کرنے، نیٹو افواج کی بڑی تعداد میں پاکستانی سرحد پر تعیناتی اور مزید چار ہزار فوجیوں کی آمد جیسی صورت حال پوری قوم کے لیے تشویشناک ہے، لیکن حکمران قوم کو جھوٹی تسلیاں دے رہے ہیں۔حکمرانوں کا کہنا ہے کہ ہم امریکی میزائلوں اور جاسوس طیاروں کا مقابلہ نہیں کرسکتے جبکہ ائیر چیف مارشل نے اعلان کیا ہے کہ ہم جاسوس طیاروں کو گراسکتے ہیں۔فیصلہ حکومت نے کرنا ہے کہ حملہ آوروں سے جنگ کرنی ہے یا نہیں۔آرمی چیف اِن حملوں کو روکنے کے لیے پاکستان کے راستے نیٹو افواج کو لاجسٹک سپورٹ کو بند کرنے کی دھمکی بھی دے چکے ہیں، لیکن امریکہ کو ہماری پارلیمنٹ کی پرواہ ہے نہ عسکری قیادت کی دھمکیوں کی۔پاکستان پر امریکی حملوں کے بعد حکومتی احتجاج اور امریکی سفیر کی طلبی بھی طے شدہ حکمت عملی اور قوم سے مذاق معلوم ہوتی ہے۔

اُدھر سابق صدر پرویز مشرف پورے سرکاری پروٹوکول کے ساتھ لندن میں اپنے پرانے سکہ بند قادیانی دوست بریگیڈئیر نیاز احمد کے گھر پہنچ چکے ہیں۔ہمارے حکمرانوں نے انھیں وسیع تر قومی مفاد میں معاف کردیا ہے۔یعنی اُن کے آنے پر کوئی اعتراض باقی رہا اور نہ جانے پر۔جبکہ صدر زرداری نے کراچی آنے والے پاکستانی شہریوں کی رجسٹریشن کا حکم صادر فرمادیا ہے۔۱۷ویں ترمیم، سکیورٹی کونسل، ایل ایف او، سب کچھ جوں کا توں ہے۔معزول چیف جسٹس انصاف کی دہائی دے رہے ہیں اور موجودہ چیف جسٹس کی بیٹی کے امتحانی نتائج میں نمبروں کے ناجائز اضافے کا سکینڈل قومی اخبارات کی زینت بن چکا ہے۔کرنسی سکینڈل اور آئی ایم ایف سے قرضوں کی بھیک نے ملکی معیشت کا بیڑہ غرق کردیا ہے۔وزیراعظم فرماتے ہیں آئی ایم ایف کی لائن میں لگنا پاکستان کی خوش قسمتی ہے۔پرویز مشرف نے پاکستان کو ''فرنٹ لائن'' میں کھڑا کیا اور زرداری و گیلانی آئی ایم ایف کی لائن میں کھڑا کررہے ہیں۔اُدھر کٹے پھٹے پاکستان کے نقشے تیار ہوگئے ہیں۔اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے۔(آمین)

عشرہ ذی الحجہ، قربانی اوراس کے تقاضے

مولانا عبداللطیف المدنی (استاذ الحدیث جامعہ عربیہ چنیوٹ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْمَبْعُوْثِ رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعد!

برادران اسلام! رسول اکرم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے مطابق مسلمانوں کے صرف دو ہی تہوار ہیں۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ۔ اب عید الاضحیٰ کی آمد آمد ہے اور ماہ ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں کو عشرہ ذی الحجہ کہا جاتا ہے اوران دس دنوں کی شریعت اسلامیہ میں بڑی فضیلت اوراہمیت وارد ہوئی ہے۔

عشرہ ذی الحجہ کی اہمیت:

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسے نہیں جن میں کیا جانے والا نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں ان دس دنوں سے زیادہ محبوب ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا عمل بھی ان دس دنوں میں کیے جانے والے عمل سے بڑھ کر نہیں تو فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد بھی اس سے بڑھ کر نہیں۔ ہاں البتہ کوئی شخص اپنا مال اور جان دونوں میدانِ جہاد میں قربان کردے۔ دونوں میں سے ایک چیز بھی واپس نہ آئے تو اب جہاد بے شک ان دنوں کے اعمال صالحہ کا مقابلہ کرسکتا ہے۔

مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عشرہ ذی الحجہ کے نیک عمل دوسرے دنوں کے مقابلہ میں اللہ کو بہت پسندیدہ ہیں پس تم ان دنوں میں تہلیل (یعنی لاالہ الا اللہ) کہنا) تکبیر (یعنی اللہ اکبر کہنا) اورتحمید (یعنی الحمد اللہ کہنے) کی کثرت رکھو یعنی یہ اذکار زیادہ سے زیادہ پڑھا کرو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے افضل دن عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا دن ہے۔ (صحیح ابن حبان)

ایک اور روایت میں ان دس دنوں کی اہمیت اس طرح بیان ہوئی ہے کہ تمام ایام میں سے ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن افضل ہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ جو دن جہاد میں صرف ہوں وہ دن بھی ان دنوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے؟ تو فرمایا کہ

ایسا جہاد تو ان دنوں کے برابر ہو سکتا ہے جس میں مجاہد کا چہرہ خون آلود ہو جائے اور وہ میدان جہاد ہی میں قربان ہو جائے۔

عشرہ ذی الحجہ میں کرنے کے بعض خاص اعمال:

ان مبارک دنوں میں ایسے تو ہر نیکی کی بڑی عظمت اور فضیلت ہے لیکن بعض خاص اعمال ایسے ہیں جو ان میں خاص طور پر کرنے کے ہیں مختصر طور پر ان کا ذکر کیا جاتا ہے اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توفیق مرحمت فرمائے۔

روزہ اور قیام:

اللہ کے لیے روزہ رکھنا تو ویسے بھی بہت بڑا عمل ہے اور عظیم عبادت ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''روزہ خاص میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں خود ہی دوں گا'' لیکن ان دنوں کے روزوں کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ارشاد ہے کہ عشرہ ذی الحجہ کے ہر دن کا روزہ ثواب میں ایک سال کے مساوی اور رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے۔'' (ترمذی) اور نویں ذی الحجہ یعنی عرفہ کے دن کے روزے کی فضیلت واہمیت اور بھی زیادہ ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف وغیرہ میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے روزے سے ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف فرما دیئے جاتے ہیں۔

ذکر الٰہی اور تکبیر وغیرہ کی کثرت:

ذکر الٰہی ویسے تو بہت بڑی چیز ہے لیکن ان دس دنوں کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں، جسے امام احمدؒ نے روایت کیا ہے، ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: ان دنوں میں **لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر اور الحمدللہ** کی کثرت رکھو یعنی زیادہ سے زیادہ پڑھا کرو۔

حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ دونوں ان ہی دنوں میں بازار جا کر بلند آواز سے تکبیر کہتے تو اس طرح بازار کے دوسرے لوگ بھی تکبیر کہتے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات اس طرح لوگوں کو ان دنوں کیے جانے والے عمل خیر کی یاد دہانی کرایا کرتے تھے۔ ان حضرات کو آخرت کے لیے نیکیاں زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کا کس قدر شوق تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے شوق وشغف سے نوازے۔

فائدہ:

واضح رہے کہ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ ہر شخص علیحدہ علیحدہ اپنی تکبیر کہتا تھا نہ کہ اجتماعی طور پر ایک ساتھ ایک ہی آواز میں کیونکہ یہ طریقہ بزرگان دین سے کہیں منقول نہیں۔

توبہ واستغفار کی کثرت

ان بابرکت دنوں میں توبہ واستغفار بھی زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیے تاکہ رحمتوں اور برکتوں والے ان دنوں میں اپنے جرائم اور گناہوں کی معافی مل سکے اور اللہ رب العزت کا قرب اور رضا وخوشنودی نصیب ہو جائے۔ اس لیے کہ گناہوں

کی وجہ سے انسان اپنے خالق و مالک سے دور ہوجاتا ہے اور توبہ واستغفار سے اللہ کی رحمت پھر انسان کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے معاف کرنے والے ہیں کہ بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اور بڑے پیارے انداز سے فرمایا کہ'' میرے بندوں کو بتا دیجیے کہ میں بڑا بخشنے والا نہایت رحم والا ہوں۔ اگر تمہارے گناہ بہت ہیں تو میری رحمت کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں''۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم تو بڑے گناہ گار ہیں اللہ ہمیں کیسے بخشے گا؟ بظاہر تو یہ بڑی تواضع معلوم ہوتی ہے کہ اس کو اپنی نالائقی کا بڑا احساس ہے لیکن حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص بظاہر تو متواضع ہے مگر حقیقت میں انتہائی متکبر ہے کہ اپنے گناہوں کو اللہ کی رحمت سے بڑا سمجھتا ہے اور اس پر حضرت نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بیل پر ایک مچھر بیٹھ گیا۔ جب اڑنے لگا تو کہا بیل رے بیل مجھے معاف کر دینا کہ میں تیرے سینگ پر بغیر اجازت کے بیٹھ گیا تھا۔ اس نے کہا مجھے نہ تیرے بیٹھنے کی خبر نہ تیرے جانے کی خبر۔ اگر تو نہ بولتا تو مجھے پتا بھی نہ چلتا کہ تو کب بیٹھا اور کب گیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ ہماری معافی اور گناہوں کے سمندر کا سمندر اللہ رب العزت کی رحمت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ دوستو! توبہ واستغفار کی توفیق بھی اللہ رب العزت کی ایک عظیم الشان عنایت ہے۔ اس سلسلہ میں توبہ واستغفار کے الفاظ بہت اہم، مختصر اور جامع ہیں۔ (یعنی اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ) اس لیے ان الفاظ کو ہر نماز کے بعد ہمیشہ اور خصوصاً ان دنوں میں جتنا ہوسکے پڑھتے رہیں، اگر معنی سمجھ کر پڑھیں تو عجیب حلاوت ولذت نصیب ہوگی۔

خاص اوقات کی تکبیرات:

ان دنوں میں عمومی تکبیر کے علاوہ خاص دنوں کی تکبیرات بھی ہیں جنھیں تکبیرات تشریق کہا جاتا ہے اور وہ عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کی صبح سے لے کر تیرویں تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ کہی جاتی ہے اور وہ یہ ہے اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔ اگر امام بھول جائے تو مقتدی بلند آواز سے پڑھ کر اسے یاد دلا دیں اسی طرح جو شخص تنہا نماز پڑھے اسے بھی یہ تکبیر پڑھنا چاہئے مزید برآں اگر ان پانچ دنوں میں کوئی نماز قضاء ہوجائے اور انہی دنوں میں اسے ادا کیا جائے تو اس کو مع تکبیر کے ادا کرنا چاہیے اور مرد وعورت دونوں پر یہ تکبیر واجب ہے۔ البتہ عورت بلند آواز سے تکبیر نہ کہے بلکہ آہستہ کہے۔

تنبیہ:

یہ تکبیر متوسط بلند آواز سے کہنا ضروری ہے بہت لوگ غفلت کی وجہ سے پڑھتے ہی نہیں یا آہستہ پڑھ لیتے ہیں اس کی اصلاح ضروری ہے۔

نماز عید کی ادائیگی:

ان پاکیزہ دنوں میں دسویں ذی الحجہ کا دن عید الاضحیٰ کا دن ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جو ہم سب کا اور پوری کائنات کا

خالق و مالک ہے، اس کے حضور اجتماعی طور پر جھکنے اور سجدہ ریز ہونے کا عظیم الشان اور پاکیزہ عمل ہے اس کے لیے صبح سویرے اٹھ کر غسل کرنا، مسواک کرنا، اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، عیدگاہ کی طرف پیدل چلنا، ناشتہ کے بغیر ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے آنا اور راستے میں تکبیر کے الفاظ باآواز بلند پڑھتے رہنا مسنون ہے۔ تکبیر کے الفاظ اوپر گزر چکے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اس دن تمام راستے اور در و دیوار تکبیرِ الٰہی کے زمزموں سے گونجنے لگیں اور توحیدِ الٰہی کے ایک داعی کے عنبرین پیغام کے ذریعے فضائیں اللہ کی عظمت و کبریائی سے معطر ہو جائیں۔

عید کی نماز کا طریقہ:

نمازِ عید دوسری نمازوں کی طرح دو رکعت ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس کی ہر رکعت میں تین تین تکبیریں زائد ہیں پہلی رکعت میں ثنا پڑھنے کے بعد قرات سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرات کے بعد رکوع سے پہلے ان زائد تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ اٹھانا چاہیے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہنے کی مقدار وقفہ کرنا چاہیے اور پھر ہاتھ چھوڑ دینا چاہیے۔ صرف پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں۔

نمازِ عید میں تاخیر سے شامل ہونے والے کے لیے حکم:

جو شخص نماز میں تاخیر سے شامل ہوا سے چاہیے کہ وہ ہاتھ اٹھا کر اپنی تکبیریں کہہ لے لیکن اگر امام رکوع میں چلا گیا ہو تو پھر فوراً رکوع میں مل جائے اور بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع میں تین بار اللہ اکبر کہہ لے۔ اگر ایک رکعت جاتی رہی اور دوسری رکعت امام کے ساتھ پڑھ لی تو جب وہ اپنی فوت شدہ رکعت پڑھنے کے لیے کھڑا ہو تو شروع میں تکبیریں نہ کہے بلکہ رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہہ لے اور اگر دوسری رکعت بھی فوت ہو گئی تو پھر جماعت میں شامل ہو کر سلام کے بعد اٹھے اور باقاعدہ مقررہ ترتیب کے ساتھ نماز ادا کرے۔

اسلام میں عیدین صرف دو ہیں:

دینِ اسلام میں مسلمانوں کے لیے سال بھی صرف دو ہی عیدوں کا حکم ارشاد فرمایا گیا۔ یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور مسلمانوں کی یہ دونوں عیدیں دو عظیم الشان عبادتوں کے ساتھ مربوط ہیں۔

عید الفطر رمضان المبارک کے روزوں کے بعد ادا کی جاتی ہے اور عید الاضحیٰ حج بیت اللہ کے بعد اور یہ دونوں عبادتیں دینِ اسلام کے پانچ ارکان میں سے دو بنیادی رکن ہیں اور یہ ایسی عظیم الشان اور پاکیزہ عبادتیں ہیں جو تمام روئے زمین پر مسلمانوں کے سوا کسی اور قوم کو نصیب نہیں اور عید کی نماز بھی اللہ تعالیٰ کے حضور اس عنایت پر سجدۂ شکر بجالانا ہے، جس کی تعلیم دینِ اسلام میں فرمائی گئی اور عبادات کوئی انسان اپنی عقل اور سوچ و بچار سے مقرر نہیں کر سکتا اور اس کو اس طرح بجالانا ضروری ہے، جس طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہوتا ہے اور سال بھر میں صرف دو ہی عیدوں کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ اسلام میں کسی تیسری عید کا کوئی وجود نہیں۔ بعض لوگوں نے جو دوسری کئی عیدیں مختلف ناموں

سے بنائی ہیں، وہ ان کی اپنی ایجاد کردہ ہیں۔ اس لیے ایسی تمام ایجادات اور بدعات سے بچنا نہایت ضروری ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف اور صحیح ارشاد ہے کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز شامل کر لی جو اس میں ثابت وموجود نہیں تو وہ مردود ہے یعنی وہ اس کے منہ پر ماردی جائے گی۔

قربانی:

ان دنوں کا ایک خاص اور اہم عمل اضحیہ یعنی قربانی کی عبادت ہے جس کی وجہ سے اس عید کو عید الاضحیٰ یعنی قربانیوں کی عید کہا جاتا ہے۔ یہ ایک عظیم الشان عبادت اور شعائر اسلام میں سے ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جاری ہے لیکن شعائر اسلامی میں قربانی سے مراد سنتِ ابراہیمی کی وہ یادگار ہے جس کا ذکر سورۃ الصّٰفّٰت میں ہے۔ چنانچہ جب صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے تو یہ ابراہیمی یادگار کی حیثیت سے شعائر اسلام میں سے ہے۔

یہ دراصل حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اس عظیم الشان اور بے مثال قربانی کی یادگار ہے جو انھوں نے اپنے رب کی رضا وخوشنودی کے لیے انہی کی طرف سے ملنے والے اشارے کی بناء پر تقریباً چھیاسی (۸۶) برس کی عمر میں پیدا ہونے والے اپنے پہلے ہونہار اور نہایت فرمانبردار بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی سے قائم فرمائی تھی۔ اس کی یادتازہ کرائی جاتی ہے تاکہ امتِ محمدیہ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے اور ہر مسلمان کا نورِ ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو جائے اور آج نمازِ عید کے بعد اللہ کے نزدیک سب سے افضل اور بہتر عمل قربانی ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اولادِ آدم نے عید کے دن کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ کے نزدیک خون بہانے (قربانی) سے زیادہ پسندیدہ ہو۔ (ترمذی، ج ا، ص ۲۷۶) اور صحیح مسلم میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے جس شخص نے قربانی کرنی ہو تو اسے چاہیے کہ چاند نظر آجانے کے بعد قربانی کرنے تک نہ اپنے بال کاٹے، نہ ناخن تراشے۔ اس حدیث سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حکم صرف اسی شخص کے لیے ہے جس نے قربانی کرنی ہو۔ اس کی بیوی بچے جنھوں نے یہ قربانی نہیں کرنا ہوتی، ان کے لیے یہ پابندی نہیں ہے اور بات بھی مستحب کے درجے میں ہے اور قربانی کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قربانی کے جانور کے ہر ایک بال کے بدلے میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ ہر سال قربانی کے جانور کے ہر عضو یہاں تک کہ اس کی کھال، اس کے کُھر اور سینگ سب میزانِ عمل میں ہوں گے اور یہ سب ثوابِ عظیم ملنے کا ذریعہ ہوں گے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے نزدیک درجۂ قبولیت پالیتا ہے۔ لہٰذا تم لوگ خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز ہمیں بے کار معلوم ہوتی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کو مقبول ہے۔ قربانی ایک عظیم الشان اور اہم عبادت ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا۔ مگر بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے۔ سورۃ کوثر میں اللہ

تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جس طرح نماز اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہوسکتی، اسی طرح قربانی بھی اس کے لیے کیجیے اور ایک دوسری آیت میں اس مفہوم کو دوسرے عنوان سے بیان فرمایا گیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیجیے کہ میری نماز، میرا جینا، میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا ہے اور ہر سال برابر قربانی کرتے رہے۔ (ترمذی) اور حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹ قربان کیے۔ تریسٹھ اپنے مبارک ہاتھ سے کیے (صحیح مسلم) اور اس شان کے ساتھ کیے کہ ایک کے بعد دوسرا اونٹ مؤدب انداز سے سر جھکائے حاضر ہوجاتا۔

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ برکف
بامید روز آنکہ بسکار خواہی آمد

جس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف مکہ معظّمہ کے لیے مخصوص نہیں بلکہ ہر شخص پر ہر شہر میں شرائط پائے جانے کے بعد لازم ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو اس کی تاکید بھی فرماتے رہے۔ اس لیے جمہور اسلام کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ یاد رہے کہ ہر عبادت کے کچھ مخصوص اثرات ہوتے ہیں اور عظیم الشان عبادت قربانی کے بھی بعض خاص اثرات ہیں۔ چنانچہ قربانی کرنے سے ایمان و اخلاص میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ قربِ الٰہی وحصولِ تقویٰ کا بہترین ذریعہ ہے۔ شوقِ شہادت اور جذبۂ جہاد کا بڑا محرک ہے۔ اعمالِ شاقہ کے لیے عزم وہمت پیدا ہوتی ہے۔ ہر اہم اور بلند مقصد کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی کرنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قربانی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی اور اسوۂ حسنہ ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل بیت عظام کی ساری زندگی کا مبارک طریقہ ہے۔ چودہ سو سال کے تمام مسلمانوں کا متواتر عمل ہے۔ غرض یہ کہ قربانی تمام کامیابیوں وکامرانیوں کا زینہ ہے۔

اخلاصِ نیت:

آخر میں یہ بنیادی بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمام اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔'' یعنی نیت کے مطابق اس کا ثمرہ ملے گا اور اللہ کے یہاں وہی عمل قبول ہوتا ہے جو اخلاص اور صدقِ نیت کے ساتھ اس کی رضا وخوشنودی کے لیے کیا جائے۔ ورنہ اگر اس میں نمود ونمائش اور ریاکاری کا کوئی حصہ شامل ہوگا تو وہ عمل قابل قبول نہیں ہوگا۔ اس لیے ہر عمل سے پہلے ہمیشہ اپنی نیت کو درست کرلیا جائے کہ اس میں کوئی کھوٹ شامل نہ ہو بلکہ وہ عمل خالص نیت کے ساتھ سچے دل سے اللہ کی خوشنودی ہی کے لیے کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے اور ریاکاری، نمود ونمائش کے ہر شائبہ سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

وصلی اللّٰہ وسلم علیٰ صفوۃ البریۃ سیدنا محمد
وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین وعلینا معھم یا ارحم الراحمین

انتخاب: ذوالکفل بخاری

از دل خیزد......

ایک اعرابی صحابی کی دعا جسے بارگاہ نبوت سے سندِ ستائش ملی

عَنْ اَنَس رضی اللّٰہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مَرَّبِأَعْرَابِیٍّ وَھُوَ یَدْعُوْفِی صَلاتِہٖ وَیَقُوْلُ:

یَامَنْ لاَّتَرَاہُ الْعُیُوْنُ وَلَا تُخَالِطُہُ الظُّنُوْنُ وَلَا یَصِفُہُ الْوَاصِفُوْنَ وَلَا تُغَیِّرُہُ الْحَوَادِثُ وَلَا یَخْشَی الدَّوَائِرُ یَعْلَمُ مَثَاقِیْلَ الْجِبَالِ وَمَکَائِیْلَ الْبِحَارِ وَعَدَدَ قَطْرِ الْاَمْطَارِ وَعَدَدَ وَرَقِ الْاَشْجَارِ وَعَدَدَ مَا اَظْلَمَ عَلَیْہِ اللَّیْلُ وَاَشْرَقَ عَلَیْہِ النَّھَارُ وَلَا تُوَارِیْ مِنْہُ سَمَاءٌ سَمَاءً وَلَا اَرْضٌ اَرْضًا وَلَا بَحْرٌ اِلَّا یَعْلَمُ مَا فِیْ قَعْرِہٖ وَلَا جَبَلٌ اِلَّا یَعْلَمُ مَا فِیْ وَعْرِہٖ اِجْعَلْ خَیْرَ عُمُرِیْ آخِرَہٗ وَخَیْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِمَہٗ وَخَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمَ اَلْقَاکَ فِیْہِ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ایک اعرابی دیہاتی کے پاس سے گزرے، وہ نماز میں یہ دعا مانگ رہے تھے:

''اے وہ ذات جسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، جس تک ہمارا وہم وگمان نہیں پہنچ سکتا، صفت کرنے والے جس کی صفت سے قاصر ہیں، جسے حوادثات نہیں بدل سکتے، جسے کسی مصیبت کا خوف نہیں، جو پہاڑوں کی مقدار اور سمندروں کے پیمانوں کو جانتا ہے اور جو بارش کی بوندوں، درختوں کے پتوں اور رات نے جس جس چیز کو اپنی تاریکی میں چھپایا اور دن نے جس جس چیز پر روشنی ڈالی سب کی تعداد کو جانتا ہے اور جس سے کوئی آسمان دوسرا آسمان اور کوئی زمین دوسری زمین کو چھپا نہیں سکتی۔ کوئی سمندر نہیں جس کی گہرائی اور کوئی پہاڑ نہیں جس کی کھدائی کو تو نہیں جانتا۔ بنادے میری عمر کی آخری گھڑی کو بہتر اور میرے اعمال کا آخری عمل نیک اور جس دن تجھ سے ملوں اس دن کو سب دنوں میں مبارک۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا: تم انتظار کرو اور جب یہ دیہاتی (صحابی) نماز سے فارغ ہو جائے تو اسے میرے پاس لے آؤ۔ اُن صحابی نے نماز پڑھی تو اُنھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیے میں کچھ سونا آیا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا اٹھا کر اُنھیں دے دیا اور پوچھا: تم کون ہو؟ انھوں نے عرض کیا: میں قبیلہ بنی عامر بن صعصعہ کا ایک شخص ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں نے یہ سونا کیوں عطا کیا؟ اُنھوں نے کہا: اس لیے کہ آپ کے اور ہمارے درمیان قرابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرابت کا واقعی حق ہے لیکن یہ سونا میں نے اس لیے دیا کہ تم نے میرے خالق کی بڑی اچھی تعریف کی اور اس سے میرا دل خوش ہوا۔

(''برگِ سبز''، مؤلفہ: مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی مدظلہ، ص: ۶۶، ۶۷/ بحوالہ ''خزائن الاسرار''، ص: ۴۳)

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر خالد شبیر احمد

موج ہے اُن کی ساحل ساحل　　عظمت اُن کی منزل منزل
گونج رہی ہے قریہ قریہ　　کوہِ حرا سے صوتِ مُنزّل
راہِ ہدایت آپ کا رستہ　　غیر نہیں ہیں اس میں حائل
ان کی طلب میں پھول ہیں مجھ کو　　طوقِ گُلو ، زنجیرِ سلاسل
شوق ہے ان کا وافر وافر　　رنگِ جنوں بھی جس میں شامل
ان سے خوب ہے رشتہ میرا　　وہ آقا ہیں میں ہوں سائل
جگ مگ جگ مگ اُن کی دنیا　　شہر طیبہ ، نورِ مُنزّل
سدرہ تک ہیں عرش اڑانیں　　خُلد نشاں ہے میری منزل
درد نبی کا میرے دل میں　　درد یہی ہے ، زیست کا حاصل
نورِ نبی روشنیوں سے　　ظلمتِ شب ہے ، زائل زائل
فضلِ خدا سے میرے نبی ہیں　　خاتم ، خاتم ، کامل ، کامل
حمد وہی ہے ، نعت وہی ہے　　جس میں آپ کا ذکر ہے شامل

خاؔلد مجھ پہ فضل ہے اُن کا
ورنہ میں تھا کب اس قابل

حرفِ بے آمیز/ ذوالکفل بخاری
syed.zulkifl@gmail.com

برہنہ مسکراہٹیں اور عریاں شوخیاں

وہ تین نوجوان تھے۔ اگلے روز اچانک شام ڈھلے میرے ہاں آن پہنچے۔ میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا تھا۔ ''ہم ایف ایس سی کے طالب علم ہیں۔ ہمارے بعض سوالات ہیں۔ ہمارے استاد صاحب کا کہنا تھا کہ ان سوالوں کا جواب آپ بہتر طور پر دے سکتے ہیں۔'' عرض کیا: جی ضرور۔ مجھے خوشی ہوگی۔ اگر میں آپ کے کسی کام آسکوں!...... ذہانت، جستجو اور اضطراب میں گندھے ہوئے وہ کتنے ہی سوال تھے جنھوں نے اس شام میرے اردگرد طمانیت کا ایک ہالہ سا تان دیا۔ میں نے سوچا: ہماری مٹی میں ابھی ایسے ان گنت شرارے موجود ہیں۔

نوجوانوں کے سارے سوالات اپنے ہی گردوپیش سے مہیا کیے گئے تھے۔ روایتی مذہبی تضادات، سماجی الجھاوے، شناخت کے بحران سے جڑی الجھنیں، یہ عقیدہ کیا ہے، اسے کیا ہونا چاہیے؟ وہ نظریہ کیا ہے، اُسے کیسا ہونا چاہیے؟ ہمارے خواب کثرتِ تعبیر کا شکار کیوں ہو جاتے ہیں؟ اگر تمہارے بقول ہمیں ''ایک قوم'' میں ڈھلنے کے لیے یک جہتی، یکسوئی اور یگانگت کی ضرورت ہے تو یہ ضرورت کون پوری کرے گا؟ اور آخری بات......ہم کیا کریں؟ ہم کدھر جائیں؟

عرض کیا کہ پہلی بات تو یہ کہ اپنے حقِ استفسار سے کبھی دست بردار مت ہونا۔ پوچھو اور پوچھتے رہو۔ اپنے ذہن سے سوچو۔ تجزیہ کرو۔ اتنی استعداد پیدا کرو کہ خوب و ناخوب میں اور کھرے کھوٹے میں تمیز اور فرق کرسکو۔ علم اور عمر کے جس مرحلے میں تم ہو، ضروری ہے کہ اقبال کو پڑھو۔ ورنہ زبانِ اردو کے بعض لازوال ذائقوں سے محرومی عمر بھر کا مقدر ٹھہرے گی۔ اگر ایک بار، بس ایک بار اس ''زبان'' کے راستے سے ''بیان'' تک پہنچ گئے تو سمجھ لینا کہ شاعری کے راستے سے علم تک جا پہنچے۔ علم جس کی حدیں یقین سے ملتی ہیں۔ ''یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے۔'' ہمارے گردو پیش کی دنیا فریبِ سود و زیاں، بتانِ وہم و گماں اور طلسم و وہم و مجاز سے بھری ہوئی ہے۔ مربعے خور اور رشوت خور سیاست دان، ریاکار اور منافق سکالرز، دوغلے اور دورخے دانش ور (دورخے بلکہ دومونہے)، یہ سب بے یقین لوگ ہیں۔ صوفی و مُلا بھی، ابلہانِ مسجد بھی اور فرزندانِ تہذیب بھی۔

''کیا اقبال جیسے لوگ کبھی پاور میں آسکیں گے''؟ ایک نوجوان نے پوچھا۔ عرض کیا: ہماری جیسی سوسائٹی میں تو شاید کبھی نہیں۔ پھر میں نے انھیں اقبال کے الیکشن لڑنے کا قصہ سنایا۔ حفیظ جالندھری کی روایت ہے کہ انتخابی مہم کے دوران ایک روز کسی جلسے سے خطاب کے بعد علامہ اندرون لاہور کی گلیوں سے ہوتے ہوئے پیدل واپس آرہے تھے۔

چونکہ امیدوار تھے، اس لیے راستے میں جو بھی ملتا اُسے سلام کرتے۔ ایک شخص کو علامہ نے سلام کیا۔ وہ شاید ان کے مخالف امیدوار ملک محمد دین کا حمایتی تھا، اس نے جواب میں دھوتی اُٹھادی اور ننگا ہو گیا۔ اقبال جب موٹر کار میں بیٹھے تھکے ہارے گھر جا رہے تھے تو نہایت بجھے ہوئے لہجے میں حفیظ سے کہنے لگے: ''اس قوم کے مصائب کے سبب میری راتوں کی نیند اچاٹ ہے لیکن اس کے افراد اخلاق اور مروت کی دولت سے کیوں محروم ہیں؟'' حفیظ نے اپنے مخصوص جالندھری انداز میں علامہ کو تسلی دیتے ہوئے جواب دیا: ''ڈاکٹر صاحب! قوم کے پاس جو کچھ ہے وہ اس نے آپ کو دکھلا دیا۔ اس میں مغموم ہونے کی کیا بات ہے؟'' ڈاکٹر جاوید اقبال نے لکھا ہے کہ حفیظ کی یہ بات سن کر اقبال کھلکھلا دیے اور ساری کدورت دور ہوگئی۔

''الیکشن کا نتیجہ کیا رہا؟'' اقبال جیت گئے۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۰ء تک وہ پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے رکن رہے۔

''کس پارٹی کی طرف سے؟'' انھوں نے آزادانہ الیکشن لڑا تھا۔ اس زمانے کی اکثریتی پارٹی یونینسٹ پارٹی تھی اور اس کے قائد تھے سر فضل حسین۔ علامہ نے کوشش کی کہ وہ یونینسٹوں کا ساتھ دیں لیکن نبھ نہ سکی۔ اقبال وہاں مس فٹ تھے۔ یونینسٹ بڑے خرانٹ اور گھاگ قسم کے لوگ تھے۔ انگریز کے پٹھو اور ٹوڈی۔ سازشی اور مفاد پرست۔ منہ کے میٹھے، عمل کے کڑوے۔ لہٰذا ''دوستی نبھ نہ سکی شیشے کی، پیمانے سے''۔

''یعنی جیسے نواز شریف کے ساتھی، گیلانی کی کابینہ میں نہ چل سکے؟'' یہ مثال یہاں جچتی نہیں۔

''اچھا سر! آپ اور باتیں چھوڑیں۔ یہ بتائیں کہ اس بندے نے حضرت علامہ کے سامنے دھوتی کیوں اٹھائی تھی؟'' تینوں نوجوانوں سے ایک نے جو بیشتر وقت خاموش بیٹھا رہا تھا، بڑی مسمسی صورت بنا کے اور معصوم لہجے میں پوچھا۔ اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا، دوسرے نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا: ''ویری سمپل۔ ارے بھئی اسے تم شو آف پاور کہہ سکتے ہو۔ شو آف ووٹ۔ عوامی طاقت کا اظہار۔ یونو۔ دِس از ڈیما کریسی۔

''یہ بتائیں کہ آج کل آپ لوگ کیا پڑھ رہے ہیں؟'' میں نے گفتگو کو ''مرکز مائل'' بنانے کی کوشش کی۔

''شوخیاں اور مسکراہٹیں''۔ ایک نے جواب دیا اور پھر تینوں نے یک بیک ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔

''سر یہ دیکھیں''۔ ایک نوجوان نے دو عدد کتابیں مجھے تھما دیں۔ ایک ''شوخیاں'' اور دوسری ''مسکراہٹیں''۔ خوب، لیکن یہ لطیفوں کی کتابیں ہیں اور سکول کے بچوں کے لیے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ لوگ اب ذرا سا بڑے ہو گئے ہو۔ مطالعے میں سنجیدگی کا تناسب بھی کچھ بڑھنا چاہیے۔

''یہ بات نہیں سر۔ آپ ذرا غور سے دیکھئے۔ یہ کتابیں بچوں کے لیے نہیں ہیں، نہ ہی ہم جیسے بڑے بچوں کے لیے۔ یہ آپ جیسے بڑے بڑوں کے لیے ہے۔ سر یہ دیکھنے کی چیزیں ہیں۔''

نوجوان کی معنی خیز وضاحت سے مجھے کچھ شک گزرا۔ میں نے ایک کتاب اُٹھا کر ورق گردانی شروع کر دی۔ ایک، دو، تین، چار...... نہیں نہیں گنتی کی ضرورت نہیں۔ آدھی سے زیادہ کتاب گندے اور فحش لطیفوں سے بھری ہوئی۔ لچر،

بے ہودہ، غلیظ اور بدبودار۔ میں دم بخود رہ گیا۔ میں نے دوسری کتاب اٹھائی۔ اس کا معاملہ پہلی سے بھی سوا نکلا۔ اور میں کانپ گیا۔ دونوں کتابوں کے سرورق پر لکھا تھا: Not for sale (خرید وفروخت ممنوع ہے)۔ اف خدایا! کون ظالم ہے جو معصوم ہاتھوں میں یہ گندگی تھما رہا ہے۔ کتنے پیسے، کتنی بڑی سازش؟ دونوں کتابوں کے سرورق پر حکومتِ پنجاب کا علامتی نشان جگمگا رہا تھا۔ اور اس کے پہلو میں پیوست یک سطری عبارت ''پنجاب سکول لائبریریز پراجیکٹ، محکمہ تعلیم''۔ اس کے نیچے دوسری سطر (انگریزی میں) German Debt Swap-I۔ میں سناٹے میں آ گیا۔ ایک نوجوان نے آہستگی سے کہا: ''آپ کے پاس آنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ آپ کو بتایا جائے۔ اب ہمارے سرکاری سکولوں میں تربیت کا ایسا شاندار اور مفت انتظام کر دیا گیا ہے۔'' نوجوان اٹھے اور اجازت لے کر چلے گئے۔

یہ دونوں کتابیں لاہور کے ایک نیک نام ناشر نے چھاپی ہیں اور گمان غالب ہے کہ پڑھے بغیر۔ تاریخ اشاعت اپریل ۲۰۰۸ء، تعداد اشاعت درج نہیں۔ اندازہ ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں چھپی ہوں گی۔ پنجاب بھر کے سکولوں میں مفت بانٹنے کے لیے۔ ناشر نے لکھا ہے کہ ''یہ وہ تفریحی اور فکاہیہ ادب ہے جس کو پڑھ کر تھکا ہوا ذہن منٹ دو منٹ کے لیے ہشاش بشاش ہو جاتا ہے۔'' ہشاش بشاش؟ جس ادب میں جنسی لطیفے اور ازدواجی بوالعجبیوں کے گندے کیڑے کلبلا رہے ہوں، وہ معصوم بچوں کو ''ہشاش بشاش'' کرنے کے لیے یقیناً مفید اور کارآمد ہوگا۔ آزمائش شرط ہے اور حکومت پنجاب نے یہ شرط پوری کر دی ہے۔

یہ Debt Swap بیرونی امداد کی وہ قسم ہے جو قرضے کے نام پر ملتی ہے اور عموماً اس کا صرف ۱۰ سے ۲۰ فی صد قابل واپسی ہوتا ہے۔ باقی..... غتر بود اور گھاؤ گھپ۔ شہباز شریف، اس سال جون میں ''خادم اعلیٰ'' بنے ہیں۔ کاش وہ آڈٹ کرا سکیں کہ جرمنی، کینیڈا اور نجانے کن کن ملکوں کے Debt Swap ''پرویز اعلیٰ'' کے دور میں کس کس کارِ خیر میں جھونکے گئے۔ محکمۂ تعلیم کی وہ دو سطری وضاحت چند دن گزرے ہم نے اخبار میں پڑھی تھی کہ قابل اعتراض کتابیں، سکولوں سے واپس منگوالی گئی ہیں۔ لیکن کب؟ کسی سکول میں آج تک ایسا کوئی حکم نامہ نہیں پہنچا۔ پہنچ بھی جائے تو اس پر عمل کتنا ہوگا؟ تیر کمان سے نکل چکا۔

پرویز اعلیٰ کا ''پڑھا لکھا پنجاب'' دیکھ چکے اور اب خادمِ اعلیٰ کا ''علمی و ادبی انقلاب'' دیکھ رہے ہیں۔ بچوں سے کہا جا رہا ہے کہ زورِ قلم آزمائیں، خطابت کے جوہر دکھائیں۔ آج (۱۳ر نومبر) سے صوبے بھر کے سکولوں میں مضمون نویسی اور تقریروں کے مقابلے شروع ہو رہے ہیں۔ یہ سلسلہ کالجوں اور یونی ورسٹیوں تک پھیل جائے گا۔ ایک ہزار سے دو لاکھ روپے تک کے نقد انعامات، کل انعامی رقم ۱۴ کروڑ روپے۔ اور ان مقابلوں کی تیاری کے لیے کتابیں؟ مسکراہٹیں۔ شوخیاں۔ ایک چودہ کروڑ نہیں کئی چودہ کروڑ۔ کوئی بتا سکے کہ ان کروڑوں اربوں روپوں کا مصرف؟ قوم کے بچوں کو ایک منظّم سازش کے تحت آوارگی، اوباشی اور بے حیائی کے جہنم میں جھونکنا۔ اور پھر بچیاں؟ کلیوں کی طرح معصوم اور صبح کے اجالوں کی طرح پاک پوتر بیٹیاں۔ کیا اب اس برہنہ گوئی اور عریاں کلامی کی تعلیم پانے سکولوں میں بھیجی جائیں گی؟ کاش کوئی سن سکے، دیکھ سکے اور پہچان سکے، یہ کون ہے جو خادمِ اعلیٰ کے علمی و ادبی انقلاب کے سامنے دھوتی اٹھا کر کھڑا ہے۔

امریکی انتخابات----- سیاہ فام کی جیت

سید یونس الحسنی

دوصدیوں کی امریکی جمہوری تاریخ گواہ ہے کہ سفید فام لوگوں نے کالوں سے ہمیشہ قدم بہ قدم شدید نفرت کا اظہار کیا۔ یہی نفرت بعدازاں نسلی تفاخر وتعصب کا گھناؤنا روپ دھار گئی۔ یہ پہلی بار ہوا، ایک سیاہ فام شخص سینیٹر بنا اور اب ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے چوالیسویں صدر کے طور پر حلف اٹھانے والا ہے۔ یہ جس قدر خوش کن ہے اتنا غور طلب بھی کہ ایسا کیونکر ہو پایا:

(۱) جان لوئیس سے مارٹن لوتھر تک سیکڑوں نہیں ہزاروں کالوں نے پڑھ لکھ کر آگے بڑھنے کی جدوجہد میں جانوں سے ہاتھ دھوئے، ان کی قربانیاں بالآخر رنگ لائی ہیں۔ اس امتحان میں وہ سرخرو ہوئے ہیں۔

(۲) ریپبلکن صدر جان ڈبلیو بش کے آٹھ سالہ دورِ حکومت کو خود سفید فاموں نے بدترین صدر کا بدترین دور قرار دے کر اُس کی متعفن پالیسیوں سے شدید نفرت کی۔

(۳) عراق اور افغانستان کی فضول جنگ میں الجھ کر پوری دنیا کو غیر مستحکم کرنے کی نامشکور سعی کی مگر خود امریکہ شدید مالیاتی عدم استحکام کا نخچیر بن گیا۔

ایسے میں ڈیموکریٹک امیدوار سیاہ فام بارک اوباما پوری قوت سے سامنے آئے، اپنی صلاحیتوں کا خوب استعمال کیا، یہاں تک کہ کالے چٹے لوگوں کی بھاری اکثریت اس کے گرد جمع ہوگئی۔ اوباما نے بش کے جنگجویانہ روّیے کو آڑے ہاتھوں لیا۔ پالیسیوں میں تبدیلیوں سے دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کا عزم کیا۔ بش دورِ حکومت کی بدترین پالیسیوں کے سبب عالمی عدم استحکام نے سنگین صورت اختیار کرلی مگر ریپبلکن باز نہ آئے۔ عالمی سطح پر جو تنقید کی گئی۔ اپنی جگہ خود امریکہ کے اندر بھی وہ نفرت کا سمبل بن گئے۔ ڈیموکریٹک قیادت نے عوام کی ہاں میں ہاں ملائی اور اُس کی پالیسیوں میں فوری تبدیلی کا اعلان کیا کیونکہ......

(۱) بش نے مفروضہ دہشت گردی کے نام پر ایک مبہم سی جنگ شروع کردی جو اب تک جاری ہے۔

(۲) نائن الیون کا واقعہ یہودیوں نے کیا مگر بش اور ساتھیوں نے دومنٹ میں طالبان اور اسامہ بن لادن کا نام لینا شروع کردیا۔ اب امریکیوں کو اس جھوٹ کا پتا چل گیا ہے۔

(۳) عراق وافغان جنگیں ابھی جاری ہیں کہ بش نے ایران پر حملہ کا ارادہ کرلیا ہے۔

(۴) دراصل بش نے دنیا پر بلاشرکتِ غیرے حکمرانی کا خواب دیکھا جسے پورا کرنے کے لیے سب نام نہاد جنگوں کی نیو اٹھائی گئی۔

یہ حقیقت کھل کر سامنے آچکی کہ وار آن ٹیرر دراصل اپنے خواب کو تعبیر دینے کی مذموم خواہش پورا کرنے کے لیے ہے۔ ورنہ ایک ڈیڑھ کروڑ آبادی کا چھوٹا سا افغانستان امریکہ کے لے کیا خطرہ بن سکتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ بش یہ جنگیں ہار چکا ہے اور اب ہاری ہوئی جنگوں کو جاری رکھنے میں کوئی مصلحت نظر نہیں آتی۔ ایک بدبودار آٹھ سالہ دور انجام کو پہنچ چکا۔

بارک اوباما نے مبصرین عالم کے اندازوں سے بہت بڑھ کر ووٹ لیے اور اب ۲۰ر جنوری ۲۰۰۹ء کو حلف اٹھا کر ایک سیاہ فام صدر وائٹ ہاؤس میں فاتحانہ داخل ہوگا۔ انتخاب جیتنے کے بعد شکاگو میں سات لاکھ کے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے اوباما نے دنیا میں پھر سے آشتی کی سبز فصلیں اگانے کا اعلان بڑے طمطراق سے کیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے یہ کس طرح ممکن ہوگا؟ اس کی چند ضروریات ہیں۔ مثلاً:

(۱) بارک اوباما فوری طور پر عراق افغان جنگ ختم کر کے فوجوں کا انخلاءِ عمل میں لائیں تا کہ بے گناہ لوگوں کو خون خرابے سے نجات ملے۔

(۲) بش کی تمام پالیسیاں یکسر تبدیل کر کے دنیا پر حکمرانی کا خواب پھر سے نہ دیکھیں۔

(۳) امریکہ دنیا بھر کے ممالک کی خودمختاری کا احترام کرے۔

(۴) اس کے لیے ضروری ہے کہ دنیا بھر سے اپنی افواج واپس اپنے ملک میں لے جائے۔

(۵) جن ملکوں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا ہے وہاں تعمیرِ نو کا کام بڑھ چڑھ کر کیا جائے۔

ہمارے صدرِ مملکت، وزیرِ اعظم اور بعض دانشور اور تجزیہ نگار ان دنوں اوباما کے حق میں رطب اللسان ہیں اور اُس سے پاکستان کی سلامتی وخودمختاری کے حوالے سے خوش گمانی کے فریب میں مبتلا ہیں۔ انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ اوباما مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ پر حملے اور قبضے کے بیانات بھی دے چکا ہے۔ اس نے حصولِ اقتدار کے لیے کچھ سہانے خواب اور سبز باغ قوم کو دکھائے تھے ورنہ حقیقت وہی ہے جو قرآن کریم نے امتِ مسلمہ کو بتلائی کہ "یہود ونصاریٰ تمہارے دوست نہیں، دشمن ہیں۔"

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

جدید الیکٹرانک میڈیا کے بارے میں حالیہ بحث ومناظرہ

مولانا محمد زاہد (نائب مہتمم: جامعہ اسلامیہ امدادیہ، فیصل آباد)

شعبان کے مہینے میں جامعہ فاروقیہ کراچی میں ملک کے کچھ اہل علم وافتاء کا ایک اجلاس شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں مروجہ اسلامی بینکنگ اور میڈیا بالخصوص الیکٹرانک میڈیا کے مناظر کی حرمت کا فتویٰ جاری ہوا۔ ہمارا خیال نہیں تھا کہ ان مسائل کو ان صفحات میں زیر بحث لایا جائے اور نہ ہی اس طرح کے فروعی اور مختلف فیہ مسائل پر ان صفحات میں بات کی جاتی ہے لیکن فتویٰ جاری ہونے کے بعد میڈیا کے ذریعے بڑے پیمانے پر اس کی تشہیر ہوئی۔ بعض اخبارات نے اسے نمایاں طور پر شائع کیا اور کئی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بعض ٹی وی چینلز نے بھی اسے کافی اچھالا اور شاید فریقین کی ٹی وی پر بحث کرائی ہے۔ اس کے بعد پچھلے دو مہینوں میں دیکھنے میں آیا کہ دینی جرائد ورسائل میں بھی اس پر بحث چل نکلی ہے اور بعض جگہوں پر ان دونوں مسئلوں پر حدود اعتدال سے تجاوز ہو رہا ہے۔ اس لیے دونوں معاملات میں نفس مسئلہ پر اپنی رائے عرض کرنے کا تو اب بھی ارادہ نہیں ہے اور نہ ہی ہماری یہ حیثیت ہے کہ ہم بڑے بڑے علماء اور فقہاء کے درمیان محاکمہ کریں۔ البتہ مناسب معلوم ہوا کہ کچھ عمومی اور اصولی باتیں عرض کر دی جائیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جن حضرات علماء کرام مدظلہم کے دستخطوں سے یہ فتویٰ جاری ہوا ہے ان کی رائے سے علمی طور پر کسی کو اتفاق ہو یا اختلاف، بطور ایک علمی وفقہی رائے کے سب کے لیے واجب الاحترام ہے۔ اسی طرح جن اہل علم وفتویٰ کی رائے اس کے برعکس ہو وہ بھی اسی احترام کی مستحق ہے۔ اگر کچھ لوگ اسے ایک متفقہ اور فیصلہ کن فتویٰ کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں تو ان کی بہت بڑی غلطی ہے۔ اس معنی میں تو یہ متفقہ فتویٰ ہو سکتا ہے کہ مخصوص اجلاس کے تمام شرکاء نے اس سے اتفاق کیا ہے، لیکن وہ اجلاس بذاتِ خود نمائندہ اجلاس نہیں کہلا سکتا جس میں کل پاکستان سے صرف ۳۱ علماء کے دستخط ہوں اور مثال کے طور پر پنجاب کے پینتیس اضلاع میں سے صرف چار کی نمائندگی ہو اور تقریباً اسی طرح کا حال باقی صوبوں کا ہو پھر اکتیس علماء میں سے درجن کے قریب حضرات کا تعلق صرف دو اداروں سے ہو، جن شہروں کی نمائندگی بھی ہے۔ ان میں متعدد ایسے شہر ہیں جہاں کے کئی نمایاں، عوامی مرجعیت اور علمی مقام رکھنے والے اہم ادارے اس میں شامل نہیں ہیں۔ کئی اداروں کی طرف منسوب شخصیات کے اگرچہ دستخط ہیں، لیکن یہ واضح نہیں ہے کہ ان متعلقہ اداروں

اور وہاں کی دیگر شخصیات کی بھی یہی رائے ہے۔ اس لیے کہ ان میں متعدد ادارے ایسے ہیں جن کی متعدد شخصیات بلکہ ذمہ دار شخصیات الیکٹرانک میڈیا پر آتی رہتی ہیں۔ مطبوعہ فتویٰ کے عنوان میں ''طویل غور وخوض کے بعد'' کے لفظ ہیں۔ یہ بھی واضح نہیں کہ اس ''طویل غور وخوض'' میں دستخط کرنے والے سبھی حضرات شامل تھے۔ یا یہ ''طویل غور وخوض'' تو چند حضرات نے فرمایا اور باقیوں نے تصدیق فرمادی۔ ان گزارشات کا مقصد کسی پر اعتراض کرنا نہیں ہے، ہمیں حسنِ ظن ہے کہ اجلاس منعقد کرنے والے حضرات کا مقصد بھی اسے ''متفقہ فیصلہ'' کے طور پر متعارف کرنا نہیں ہوگا بلکہ ایک نقطۂ نظر رکھنے والوں کی آواز اور رائے کو یکجا کرنا ہوگا۔ ویسے بھی اگر متفقہ تو کیا اکثریتی رائے بھی نہ ہو بلکہ اقلیتی رائے ہو تب بھی کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ اس لیے کہ فقہی اجتہادی مسائل میں قلت وکثرت کا اتنا زیادہ اعتبار نہیں ہوتا۔ اقلیتی رائے ہو یا اکثریتی اس سے اختلاف تو کیا جاسکتا ہے، بحیثیت رائے اس کا احترام بہر حال ضروری ہے۔ یہ ساری گزارش اس لیے کرنی پڑی کہ ہمارے ہاں بہت سطحی انداز سے کسی رائے کو ''متفقہ فیصلہ'' قرار دینے کی مثالیں پہلے سے موجود ہیں۔ کہیں یہ فتویٰ بھی شرکاء اجلاس کی بجائے تمام علماء کا ''متفقہ'' قرار نہ پائے۔

فقہی مسائل میں فتاویٰ اور آراء کا اختلاف کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ ہر دور میں ہوتا رہا ہے اور اگر یہ اختلاف حدود واعتدال میں ہو تو امت کے لیے باعثِ رحمت ہے۔ ایسے مسائل میں ہر دور میں فقہاء امت نے یہ خوبصورت منہجِ عمل تجویز فرمایا کہ جو صاحب علم خود رائے قائم کرنے کا اہل ہے وہ اس رائے پر عمل کرے جسے وہ دیانت داری سے راجح سمجھتا ہے اور جو خود رائے قائم کرنے کے اہل نہیں ہیں وہ اس صاحب علم کی رائے پر عمل کرنے والوں کو اعتراض اور تنقید کا نشانہ نہ بنائے، اسی کے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اس طرح کے مسائل میں ہر شخص کا فتویٰ اور رائے خود اس پر یا اس پر اعتماد کرکے اس کی رائے اختیار کرنے والوں پر لاگو ہوگا، دوسرے پر نہیں۔ لہٰذا میں اگر ایک کام کو اپنی دیانت دارانہ رائے میں ناجائز سمجھتا ہوں لیکن کوئی دوسرے صاحبِ علم شرعی دلائل کو سامنے رکھ کر اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ کام جائز یا مستحسن ہے تو اس کام کا مرتکب ہونے کی صورت میں، میں تو گناہ گار ہوسکتا ہوں۔ مجھے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ میں دوسرے صاحبِ علم کو یا ان کی رائے پر اعتماد کرکے عمل کرنے والوں کو بھی گناہ گار قرار دوں۔ یہ اصول ویسے تو بہت سیدھا سا اور واضح ہے لیکن بعض مواقع پر دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ لوگ اس سے چیں بہ جبیں ہوتے ہیں، شاید انھیں دوسرے لوگ گناہ گار ہونے اور اس فتویٰ کی زد سے بچتے ہوئے نظر آتے ہیں تو ان کے خیال میں فتویٰ کا مزہ ہی کرکرا ہوجاتا ہے۔

یہ ساری تفصیل ان مسائل کے بارے میں جن میں مستند اہل علم کا واقعی شرعی دلائل کی بنیاد پر اختلاف ہو، مذکورہ شائع شدہ فتویٰ میں زیر بحث لائے گئے دونوں مسئلے بھی یقیناً اس نوعیت کے ہیں، اس لیے کہ پہلے مسئلے یعنی اسلامی بینکاری میں اگرچہ ان علماء کرام مدظلہم نے حرمت کی رائے اختیار کی ہے لیکن دوسری طرف بھی صرف پاکستان نہیں عالم اسلام کے جو بڑی تعداد میں علماء ہیں۔ ان کے بھی علم، تدین اور متعلقہ معاملات سے پوری واقفیت اور تجربے میں سے کسی چیز کی

طرف ایسی انگلی نہیں اٹھائی جاسکتی جس کی وجہ سے ان کی رائے اور فتویٰ کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے۔

اسلامی بینکنگ کا مسئلہ تو خیر گزشتہ چند دہائیوں کی پیداوار ہے اور ابھی ارتقائی مراحل سے گزر رہا ہے۔ تصویر کا مسئلہ تو قرونِ اولیٰ ہی سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔ مذکورہ فتویٰ میں اگرچہ یہ مؤقف اختیار کیا گیا ہے کہ جاندار کی تصویر کی ہر شکل ناجائز ہے، لیکن اس عموم کے ساتھ حرمت کے بہت کم فقہاء قائل ہوں گے، کیونکہ بیشتر فقہاء کے ہاں جان دار تصویر کے بنانے یا رکھنے میں متعدد استثناءات موجود ہیں، فقہاء کی ایک جماعت صرف اس تصویر کو حرام قرار دیتی ہے جس کا بت وغیرہ کی طرح مستقل وجود ہو۔ غیر سایہ دار تصویر یعنی جو دوسری چیز پر نقش ہو وہ ان کے نزدیک حرام نہیں ہے۔ صحابہ و تابعین میں بھی متعدد حضرات کا یہ مذہب ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ حضرات تصویر کے بارے میں بعض حدیثوں کے راوی بھی ہیں۔ البتہ فقہاء حنفیہ سمیت کئی فقہاء نے اس نقطۂ نظر سے اتفاق نہیں کیا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ اختلاف عہدِ صحابہ و تابعین سے موجود ہے اور دونوں طرف دلائل موجود ہیں۔ پھر جو حضرات غیر سایہ دار تصویر کے ناجائز ہونے کے قائل تھے، ان میں کیمرے کی ایجاد کے بعد یہ نئی بحث شروع ہوگئی کہ کیمرے کے ذریعے حاصل کی جانے والی فوٹو ناجائز تصویر میں داخل ہے یا نہیں۔ اس لیے کہ کیمرے کے ذریعے فوٹو گرافی کا عمل بوجوہ ہاتھ سے تصویر سازی سے مختلف تھا۔ ظاہر ہے کہ اس نئے مسئلے کا حکم قدیم فقہاء کی تصریحات میں تو مل نہیں سکتا تھا۔ اس لیے علماء کو دلائل واصولِ شریعت کی روشنی میں غور کرنا پڑا اور اس کے نتیجے میں دونوں آراء تصویر شرعی ہونے اور نہ ہونے کی سامنے آئیں۔ دونوں طرف آراء رکھنے والے جید اہل علم تھے اور دونوں نے اپنی اپنی رائے دلائل شرعیہ میں غور کے بعد ہی قائم کی۔ یہ تأثر کہ محض جدید آلہ ہونے کی وجہ سے ہی بعض اہل علم نے کیمرے کی تصویر کے جواز کا فتویٰ دے دیا، ان حضرات کے تفصیلی دلائل سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ ان کے پیش نظر بھی یہ بات تھی کہ فوٹو اپنی ماہیت کے اعتبار سے تصویر شرعی میں داخل ہے یا نہیں نیز تصویر سازی کی حرمت کی علّت بھی فقہاء کی استنباط کردہ نہیں بلکہ منصوص علّت اس میں پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اس وقت مجھے نہ تو اپنا نقطۂ نظر بیان کرنا ہے اور نہ ہی دلائل کی تفصیل * پھر عام کیمرے کے بعد ویڈیو کیمرہ ایجاد ہوا تو اس وقت کے علماء میں پھر نئے زاویے سے یہ مسئلہ زیر بحث آیا جو کیمرے کی فوٹو کو تصویر شرعی میں داخل نہیں کرتے تھے۔ ان کے ہاں یہ نیا مسئلہ نہیں تھا۔ عام کیمرے کی فوٹو کو بحکم تصویر قرار دینے والوں کے ویڈیو کے بارے میں دونوں نقطۂ نظر سامنے آئے پھر نئے ڈیجیٹل نظام کے عام ہونے کے بعد بعض نئی بحثیں سامنے آئیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس مسئلے میں مختلف آراء صدیوں پر محیط علمی و فقہی بحثوں کی پیداوار ہے۔ ایسے میں کسی ایک رائے کو ''جدیدیت کی رَو میں بہہ جانے'' اور ''جدیدیت واباحیت کی ناجائز پیروی'' سے تعبیر کرنا انتہائی بے جا بدگمانی ہے۔ جس کی زد میں نہ معلوم کون کون سے اہل علم وتقویٰ آجائیں گے۔ مثلاً حضرت مولانا مفتی جمیل صاحب تھانویؒ سابق مفتی جامعہ اشرفیہ کی ٹی وی کے بارے میں رائے اہل علم میں کسی حد تک معروف ہے۔ اب تو متعدد جرائد نے آپ کے تفصیلی فتویٰ کو چھاپ بھی دیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

* جو اسے کسی قدر تفصیل سے دیکھنا چاہیں وہ اشرف التوضیح جلد ثالث، باب التصاویر ملاحظہ فرمائیں۔

’’مگر اس آلہ کے ہر استعمال کو حرام کہنا سخت بے احتیاطی اور کلیتًا اجتناب کو فرض کہنا زیادتی ہے۔ مختصر حکم اس کا یہی ہے کہ جو کام باہر حرام یا مکروہ تحریمی بلکہ کفر و شرک ہے وہ اس میں بھی حرام، مکروہ کفر و شرک رہیں گے اور جو کام باہر جائز تھے، وہ اس میں بھی جائز رہیں گے۔‘‘ (ماہنامہ ’’نور علی نور‘‘، شوال ۱۴۲۹ھ)

یہ اس مردِ درویش کی رائے ہے جس کے دل میں ٹی وی پر نظر آنے کی شاید کبھی خواہش بھی پیدا نہ ہوئی ہو، کیا میڈیا پر نظر آنے اور کیمروں کی بھرمار پر مشتمل اجتماعات میں شرکت فرمانے والے ہمارے یہ بزرگ اس مردِ درویش کی اس رائے کو بھی جدیدیت اور اباحیت ہی کا مظہر قرار دیں گے۔

ابھی چند دن پہلے چمن بلوچستان سے حضرت مولانا عبدالغنی مدظلہم کی سرپرستی میں شائع ہونے والا ماہنامہ (غالبًا الہدیٰ نام ہے) وصول ہوا۔ اس میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا ایک خطاب شائع ہوا ہے جو انھوں نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے پہلے ریڈیو اور ٹی وی پر فرمایا تھا۔ مجھے معلوم نہیں حضرت مفتی محمودؒ کی رائے سے صرف اختلاف کیا جائے گا یا ان پر بھی جدیدیت اور اباحیت کی رَو میں بہہ جانے کا فتویٰ لاگو ہوگا۔

ایک اور بات اس ناکارہ کے چھوٹے سے دماغ اور ناقص فہم میں نہیں آ رہی، وہ یہ کہ اس فتویٰ میں ٹی وی پر آنے والے یا اسے درست سمجھنے والے علماء کرام کو بھی مخاطب بنایا گیا ہے بلکہ شاید مرکزی مخاطب وہی ہیں۔ علماء کرام دو طرح کے ہیں، ایک وہ حضرات جو فقہی مسائل میں خود صاحب رائے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ دیگر حضرات کے فتویٰ کے پابند نہیں ہیں۔ دوسرے جو صاحب رائے نہیں ہیں۔ وہ بھی کم از کم اتنے شعور کے مالک تو ضرور ہوتے ہیں کہ یہ فیصلہ کر سکیں کہ کوئی کام کرنے سے پہلے کس سے مسئلہ پوچھنا ہے۔ ایسے میں اس فتویٰ کی اس وسیع پیمانے پر اشاعت کہ تقسیم بھی ہو اور ڈاک کے ذریعے مدرسے مدرسے تک پہنچایا جائے اور فتویٰ میں یہ الفاظ بھی ہوں: ’’علماء کرام کا ٹی وی پر آنا اور اسے تبلیغ دین کی ضرورت کہنا اور سمجھنا شریعت کی خلاف ورزی ہے اور جدیدیت و اباحیت کی ناجائز پیروی ہے۔‘‘ کیا اس کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ چند حضرات علماء کرام مدظلہم نے یہ ذمہ داری بھی سنبھال لی ہے کہ وہ دیگر علماء و اہل فتویٰ و اہل رائے کو بتائیں کہ انھیں کیا ’’کہنا‘‘ اور ’’سمجھنا‘‘ چاہیے۔ اس سے ہٹ کر کسی نے کچھ ’’کہا‘‘ یا ’’سمجھا‘‘ تو وہ شریعت کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے؟ خدا کرے کہ یہ ہماری فہم ہی کا نقص ہو اور ان حضرات کی مراد یہ نہ ہو۔

[مطبوعہ: ماہنامہ ’’الصیانۃ‘‘ لاہور، نومبر ۲۰۰۸ء]

پہلی قسط

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور قادیانیت

پروفیسر خالد شبیر احمد

علم وفضل کی جلالتِ شان کا دوسرا نام انور شاہ کاشمیریؒ کی ذاتِ گرامی ہے۔ جن کا نام زبان پہ آتے ہی دل مسحور اور دماغ مبہوت ہو جاتا ہے۔ دفعتاً خیال ودھیان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور حکمتوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ وہ کتنا مہربان اور کرم کرنے والا ہے۔ جب کسی قوم یا جماعت پر خاص مہربان ہوتا ہے تو اُن میں انور شاہ کاشمیریؒ جیسی منفرد انوکھی اور بڑی شخصیتیں پیدا کر کے اُن کے قلوب کو منور اور دماغوں کو معطر کرنے کا وسیلہ وذریعہ بنا دیتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے کردار واعمال آنے والی نسلوں کے لیے چراغِ راہ بن جاتے ہیں۔ جن کے علم وفضل سے حکمت ودانائی، فہم وفراست کی وہ کرنیں پھوٹتی ہیں جس سے ہر طرح کے ابہام واشکال کافور ہو جاتے ہیں اور فکر ونظر کے تمام زاویے روشن ہو جاتے ہیں۔ انور شاہ کاشمیریؒ کی عظمت وبڑائی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ اُن کی تعریف وتوصیف میں اُن کے متقدمین و متاخرین دونوں، ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ جن کے بارے میں ایک مرتبہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ۲۹ مئی ۱۹۳۳ء کو ڈابھیل کے ایک جلسے میں ارشاد فرمایا تھا:

> ''مجھ سے اگر مصر وشام کا کوئی آدمی پوچھتا کہ کیا تم نے حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ تقی الدین، ابن دقیق الصید اور سلطان العلماء حضرت شیخ عزیز الدین بن عبدالسلام کو دیکھا ہے؟ تو میں استعارہ کر کے کہہ سکتا تھا کہ ہاں دیکھا ہے، کیونکہ زمانے کا تقدم وتاخر ہے۔ اگر حضرت انور شاہ صاحب بھی چھٹی یا ساتویں صدی میں ہوتے تو اُن کی خصوصیات کے حامل ہونے کی وجہ سے اُن کے ہی مرتبے میں ہوتے اور آپ کے تذکرے بھی مدتوں کیے جاتے۔ اسی وجہ سے میں خیال کرتا ہوں کہ گویا حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ تقی الدین اور سلطان العلماء کا آج ہی انتقال ہوا ہے۔''

زعیم احرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا بیان ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک مرتبہ فرمایا:

> ''میرے نزدیک حقانیت اسلام کی دلیلوں میں سے ایک دلیل حضرت انور شاہ کاشمیری صاحب کا امتِ مسلمہ میں وجود بھی ہے۔ اگر دین اسلام میں کسی قسم کی کجی یا خرابی ہوتی تو آپ دین اسلام سے کنارہ کش ہو جاتے۔''
>
> (مولانا سید محمد میاں، جہادِ حریت ۱۸۵۷ء کے بعد علماءِ حق اور اُن کے کارنامے، دہلی، حصہ اوّل، صفحہ ۳۴۳)

حضرت انور شاہ کاشمیری رحمتہ اللہ علیہ کے علمی قد وقامت سے صرف ہندوستان کے علماء ہی متاثر نہیں تھے۔ بلکہ بلادِ اسلامیہ کے اُس وقت کے جتنے بھی دینِ اسلام کے تعلیمی مراکز کے علماء تھے۔ سبھی آپ کی تبحرِ علمی اور جامعیتِ علوم وفنون سے متاثر تھے۔ چنانچہ مصروشام، بیروت، حرمین شریفین اور دیگر بلادِ اسلامیہ سے جب بھی کوئی عالم دین یہاں ہندوستان آیا اور اُس نے دارالعلوم دیوبند آکر حضرت انور شاہ کاشمیریؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ایک مرتبہ مصر کے مشہور عالم وادیب علامہ سید رشید رضا (مدیر رسالہ ''المنار'') جو مفتی محمد عبدہٗ کے شاگردِ رشید تھے، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سالانہ جلسہ پر ہندوستان آئے تو دارالعلوم دیوبند بھی تشریف لائے۔ ہندوستان کی اس مرکزی اور اہم ترین دینی درس گاہ کا جب آپ نے معائنہ فرمایا تو بہت خوش ہوئے۔ اُن کی آمد کے موقع پر دیوبند میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا، جس میں حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ نے عربی زبان میں ایک مضبوط تقریر فرمائی جس میں آپ نے دیوبند کی اجمالی تاریخ بیان فرمائی اور تدریسِ حدیث کا جو طریقہ دارالعلوم میں رائج تھا۔ اُس کے بارے میں بھی بیان فرمایا اور مسلکِ حنفیہ کو ایسے مضبوط و مستحکم دلائل کے ساتھ پیش کیا کہ حضرت رشید رضا محظوظ بھی ہوئے اور حضرت انور شاہ کاشمیریؒ کی قوتِ بیان، طرزِ استدلال اور وسعتِ معلومات سے متحیر بھی۔ رشید رضا چونکہ شافعی المذہب بزرگ تھے، اس لیے انھوں نے مذہب حنفیہ کے بارے میں کچھ سوالات بھی کیے۔ جن کا حضرت انور شاہ کاشمیریؒ نے کافی وشافی جواب دیا۔

مولانا رشید رضا آپ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھیں کہنا پڑا:

> ''اگر میں اس دارالعلوم کو نہ دیکھتا تو ہندوستان سے نہایت مایوس ہو کر واپس جاتا۔ اس دارالعلوم نے مجھے بتادیا ہے کہ ہندوستان میں ابھی علوم عربیہ اور تعلیمات مذہبی اعلیٰ پیمانے پر موجود ہیں۔''
>
> (جہادِ حریت ۱۸۵۷ء کے بعد علماء حق اور ان کے کارنامے حصہ اول مرتبہ سید محمد میاں مطبوعہ دہلی ص ۲۳۷)

پیدائش اور ابتدائی تعلیم:

حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ ۲۷ر شوال المکرّم ۱۲۹۲ھ بروز شنبہ بوقت صبح اپنے ننھیال موضع دودھوال (لولاب) کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے علاقے کی مشہور شخصیت معظم شاہ بن عبدالکبیر کے فرزندِ ارجمند تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کے اسلاف بغداد کے رہنے والے تھے۔ جو نقل مکانی کر کے کسی دور میں ملتان آبسے۔ کچھ عرصہ ملتان قیام کرنے کے بعد لاہور چلے آئے۔ لاہور کے بعد آپ کے اسلاف مستقلاً کشمیر میں جا کر آباد ہو گئے۔ جس کی نسبت سے آپ کاشمیری کہلاتے ہیں۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کی مصداق ساڑھے چار سال کی عمر میں اپنے والد جناب محمد معظم شاہ صاحب سے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا اور چھے برس کی عمر میں قرآن پاک کے ساتھ ساتھ فارسی کے متعدد رسائل بھی ختم کر لیے۔ ابھی آپ کی عمر تیرہ چودہ برس کی ہوگی کہ تحصیل علم کے شوق میں سرسبز وشاداب وادی

''لولاب'' کو خیر باد کہنا پڑا۔ ۱۳۰۵ھ سے ۱۳۰۸ھ تک آپ نے ضلع ہزارہ صوبہ سرحد میں مختلف علماء سے علوم عربیہ کی تعلیم حاصل کی لیکن یہ علم کی پیاس آپ جیسے ذہین اور فطین طالب علم کو چین سے کہاں بیٹھنے دیتی تھی۔ ۱۳۰۸ھ میں جبکہ آپ کی عمر سولہ، سترہ برس کی تھی آپ نے دارالعلوم دیوبند کی شہرت سنی اور تحصیل علم کے لیے دیوبند جانے کے لیے ٹھان لی۔ چنانچہ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں قیام کر کے عرصہ چار سال تک اپنے زمانے کے معروف و مشہور علمائے دین جن میں اسیر مالٹا شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن نوراللہ مرقدہ، حضرت مولانا الحاج خلیل احمد سہارن پوریؒ، حضرت مولانا محمد اسحٰق امرتسری مہاجر مدنیؒ، حضرت مولانا غلام رسول ہزارویؒ سے تعلیم حاصل کر کے بیس، اکیس سال کی عمر میں نمایاں عزت و شہرت کے ساتھ سندِ فراغت حاصل کر لی۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد آپ سیدھے گنگوہ تشریف لے گئے۔ جہاں مشہور عالم دین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے سندِ حدیث کے علاوہ فیوض باطنی بھی حاصل کیے۔ جس کے بعد آپ دہلی کے مشہور مدرسہ ''عالیہ امینیہ'' میں مدرس اوّل کی حیثیت میں ملازم ہو گئے اور تین چار سال تک یہیں ملازمت اختیار کیے رکھی۔ دہلی شہر میں آپ کا قیام بارہ تیرہ سال تک رہا۔ لیکن اپنی ذاتی مصروفیات کی وجہ سے آپ کو کشمیر واپس جانا پڑا۔ یہیں سے آپ اپنے بعض کشمیری ساتھیوں کے ساتھ زیارتِ حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے۔ دورانِ سفرِ حجاز طرابلس، بصرہ اور مصر و شام کے جلیل القدر علمائے کرام سے آپ کی ملاقاتیں رہیں۔ آپ کے علم و فضل سے سبھی متاثر ہوئے اور آپ کی بے مثال لیاقت اور استطاعتِ علمی کو دیکھ کر اعزازی اسناد عطا فرمائیں۔ سفرِ حجاز سے واپسی پر آپ پھر کشمیر میں ہی قیام پذیر رہے۔ قصبہ ''بارہ مولا'' میں آپ نے عبدالصمد ککرو رئیس اعظم کے اصرار پر ایک دینی مدرسہ ''فیض عام'' کی بنیاد رکھی۔ تین سال تک آپ اسی مدرسہ میں پڑھاتے رہے لیکن بعد میں آپ کو دیوبند میں جلسۂ دستار بندی کے موقعہ پر بلا لیا گیا اور یہیں پر ایک مرتبہ پھر آپ مدرس مقرر ہو گئے۔

اسیر مالٹا شیخ الہند مولانا محمود حسن آپ کے سب سے سینئر استاد تھے اور آپ سے بے پناہ شفقت اور محبت رکھتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کے علم و فضل کے معترف بھی تھے اور آپ کا بہت احترام کرتے۔ ان کی انتہائی خواہش پر مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، مہتمم دارالعلوم دیوبند کی وساطت سے گنگوہ ضلع سہارن پور کے ایک اعلیٰ معزز اور شریف خاندان میں آپ کی شادی ہو گئی۔ حضرت انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ کو شیخ الہند نے اپنی زندگی میں ہی اپنا جانشین منتخب کر لیا تھا۔ ۱۳۴۰ھ تک آپ دیوبند میں ہی بحیثیت صدر مدرس و جانشین شیخ الہند درسِ حدیث دیتے رہے۔ اس کے بعد جب آپ کے منتظمین دارالعلوم سے بعض اصلاحات کے سلسلہ میں اختلافات ہوئے تو آپ علماء کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ ''ڈابھیل'' جامعہ اسلامیہ تشریف لے گئے۔ جو علماء کرام آپ کے ساتھ ''ڈابھیل'' گئے ان میں مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، شیخ التفسیر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا سراج احمد رشیدیؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اور مولانا بدر عالم میرٹھیؒ

کافی شہرت کے مالک ہیں۔ ۱۳۵۰ھ تک آپ نے یہیں درسِ حدیث کا سلسلہ وفریضہ جاری رکھا۔ پھر ۱۳۵۱ھ میں ہی آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

مجلس احرار اسلام سے دلی لگاؤ:

حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری خاص طور پر قادیانیت کی طرف متوجہ رہے اور اس ضمن میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے ردِقادیانیت کے سلسلے میں مجلس احرار اسلام کے خدمات کو بنظرِ استحسان دیکھا اور جماعتِ احرار کی حوصلہ افزائی دل کھول کر کی۔ مجلس احرار اسلام کی رہنمائی کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ مولانا سید محمد میاںؒ نے اپنی کتاب ''علمائے حق کے مجاہدانہ کارنامے'' کے صفحہ ۲۳۴ پر مجلس احرارِ اسلام کا حضرت کے دلی لگاؤ اور جماعت کی رہنمائی کے بارے میں یوں تحریر کیا ہے۔

> ''مجلس احرار اسلام کے حال پر بھی حضرت مرحوم کا گوشہ چشمِ التفات مبذول رہا اور اس کے قائدین کے حال پر بھی حضرت مرحوم نے اپنے علم وفضل اور روحانی قوت سے قیادت ورہنمائی فرمائی۔ احرار کی تحریکِ کشمیر کو حضرت مرحوم کی تمام ہمدردیاں حاصل تھیں۔ علامہ مرحومؒ کو دورِ حاضر کے مہلک ترین فتنہٴ قادیانیت کے رد سے غیر معمولی شغف تھا۔ سالہا سال تک علامہ مرحوم اس فتنہ کی ہلاکت سامانیوں سے ملت مرحومہ کو محفوظ فرمانے کے لیے تحریری اور تقریری طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ تردید مرزائیت کے سلسلے میں آپ انتہائی پریشان کن علالت میں بھی مذہبی جلسوں میں شرکت کے لیے دور دراز کا سفر فرماتے تھے۔ انتہا یہ کہ انتقال سے صرف چند دن پہلے آپ نے اپنی مشہور ومعرکہ آراء تصنیف ''خاتم النبیین'' سے فارغ ہوئے تھے۔ جس میں آیت کریمہ ''مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ. آپ نے اپنے مخصوص محدثانہ انداز میں تفسیر فرمائی۔ یہ تصنیف محض قادیانیوں کے دجل وفریب کو اظہر من الشمس کرنے کے لیے کی گئی۔ اس سے فراغت کے بعد فرمایا کہ آپ نے اپنے خدام سے ارشاد فرمایا: ''میں نے آخرت کے لیے کچھ نہیں کیا۔ خاتم النبیین کے عنوان سے یہ چند سطریں لکھی ہیں۔ ان شاء اللہ یہ مرزائے قادیان کے دجل وفریب کو اظہر من الشمس کر دیں گی اور میرے لیے زادِ راہِ آخر ہوں گی۔'' مجلس احرار اسلام کو حضرت نے ردِقادیانیت پر متوجہ فرمایا۔ احرار نے اس فتنے کے استیصال کے لیے قابلِ قدر سرگرمی کے ساتھ جہاد کیا اور اس کے ناپاک اثرات کو بہت حد تک ختم کر کے اسلام کی عظیم الشان خدمت سرانجام دی۔''

ڈاکٹر علامہ اقبال کو اپنی زندگی میں اسلام سے جو شغف پیدا ہوا واقفین حال اس حقیقت سے واقف ہیں کہ یہ حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ کی برکات تھیں۔ ڈاکٹر موصوفؒ نے اسلامیات میں علامہ مرحوم سے بہت کچھ استفادہ کیا اور علامہ مرحومہ کی صحبت نے ڈاکٹر کی روح کو جلا بخشی۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال دل وجان سے امام العصر حضرت انور شاہ کاشمیری کا احترام کرتے تھے اور عقیدت ومحبت کے ساتھ حضرت کی رائے کے آگے سرِتسلیم خم کر لیتے تھے۔

جاری ہے

عرفان محمود برق
نومسلم، سابق قادیانی

پاکستانی قادیانی جماعت کی اسرائیل دوستی

(قادیانیوں کا واویلا اور اس کا جواب)

روزنامہ ''نوائے وقت'' میں ۵/اکتوبر ۲۰۰۸ء بروز اتوار کو ایک خبر شائع ہوئی جس میں کہا گیا ہے کہ برطانیہ سے تعلق رکھنے والے یہودی محقق ڈاکٹر آئی ٹی ٹونی نے اپنی کتاب ''اسرائیل اے پروفائل'' میں انکشاف کیا ہے کہ قادیانی جماعت سے تعلق رکھنے والے ۶۰۰ افراد اسرائیلی ڈیفنس فورسز میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ''لندن پوسٹ'' یکم اکتوبر کو ایک رپورٹ میں یہودی محقق نے انکشاف کیا ہے کہ ''پاکستان بھارت کارگل جنگ کے دوران قادیانی جماعت سے تعلق رکھنے والے افراد نے بھاری مقدار میں چندہ جمع کر کے بھارت کو عطیہ دیا تھا۔ اسرائیلی ڈیفنس فورسز کے ترجمان کا کہنا ہے کہ عرب، عیسائی فلسطینی اور اسرائیلی مسلمان اور دنیا بھر کے دیگر خطوط کے مختلف معاشرتی پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد بھی اسرائیلی ڈیفنس فورسز کا حصہ ہیں۔ اسرائیلی ڈیفنس فورسز میں کام کرنے والا ہر رکن رضا کارانہ خدمات پیش کرتا ہے۔ اسرائیلی ڈیفنس فورسز کی ویب سائٹ پر دنیا کے کسی بھی باشندے کو بلا تخصیص نسل، مذہب، زبان، اسرائیلی ڈیفنس فورسز میں شمولیت کی دعوت موجود ہے۔ انبال نوئے کا دعوی ہے فورسز میں شامل کئی مسلمان مختلف جنگوں میں ہلاک بھی ہوئے ہیں۔ واضح رہے کہ اسرائیل میں ہر بالغ مرد و عورت پر فوجی خدمات مقررمدت تک انجام دینا لازمی ہے۔''

اس کے بعد ۶/اکتوبر اور ۷/اکتوبر کو روزنامہ ''نوائے وقت'' میں مختلف انداز میں تبصرہ بھی کیا گیا۔ ۶/اکتوبر کے اداریہ میں لکھا گیا کہ ''ایک برطانوی اخبار کی رپورٹ کے مطابق پاکستان سے تعلق رکھنے والے چھ سو سے زائد قادیانی اسرائیلی فوج میں بھرتی ہو چکے ہیں اور مختلف عہدوں پر رضا کارانہ خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اسرائیلی ڈیفنس فورسز کے ترجمان نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ مختلف مذاہب، ممالک اور معاشرتی پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد اسرائیلی فوج میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ''لندن پوسٹ'' میں شائع ہونے والی اس رپورٹ میں یہ انکشاف بھی کیا گیا ہے کہ پاکستان، بھارت کارگل جنگ کے دوران قادیانی جماعت سے تعلق رکھنے والے افراد نے بھاری مقدار میں چندہ جمع کر کے بھارت کو عطیہ دیا تھا۔ اگر اس رپورٹ کے مندرجات درست ہیں تو یہ انتہائی تشویشناک صورتحال ہے جس کی حکومت کو اعلیٰ سطح پر فوری تحقیقات کرانی چاہیے۔ پاکستان کے شہری قادیانیوں کا اسرائیلی فوج میں بھرتی ہونا اس پاکستان دشمن ملک کو پاکستان کی سالمیت پر وار کرنے کا نادر موقع فراہم کرنے کے مترادف ہے۔ اگر قادیانیوں سے متعلق اس معاملہ میں موجودہ حکومت کا کوئی عمل دخل ہے جس کی نشاندہی برطانوی اخبار میں شائع ہونے والی

رپورٹ سے بھی ہوتی ہے۔ تو ملکی سالمیت کے حوالے سے اس سے زیادہ تشویش ناک اور کوئی بات نہیں ہوسکتی۔ اس لیے ہر محبِّ وطن کی خواہش ہے کہ حکومت کو اس رپورٹ کا باریک بینی سے مشاہدہ کرکے قوم کو اپنے موقف سے آگاہ کرنا چاہیے۔

اس رپورٹ کے منظر عام پر آنے کے بعد قادیانی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی ہے اور وہ ان حقائق کو اپنی باطل تاویلات کے دبیز پردوں میں چھپانے کی کوشش کررہے ہیں۔ سچ کے سنہری موتیوں کو جھوٹ کے عمیق غاروں میں چھپا دینا ان کے گرو مرزا غلام احمد قادیانی سے لے کر ایک عام قادیانی تک سب کو مہارت حاصل ہے۔ قادیانیوں کے رسالے ہفت روزہ ''لاہور'' لاہور میں ۱۸/ اکتوبر ۲۰۰۸ء کے شمارے میں ان واضح حقائق سے صاف انکار کرنے کی کوشش کی گئی۔ صفحہ ۳ اور ۴ پر لکھا ہے کہ:

''اگرچہ ''نوائے وقت'' کی پیشانی پر تو یہ لکھا ہوا ہے کہ ''بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔'' یہ تو اسی وقت ممکن ہے جب جہاد کرنے والا سچ بولے پورا تو لے......نوائے وقت اس مفروضہ کتاب کی طرف یہ بیان منسوب کرتا ہے کہ ۱۹۷۲ء تک اسرائیلی فوج میں چھ سو پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے ہیں۔ ہم نوائے وقت سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس جھوٹ کو سو پر تقسیم کر کے صرف چھ احمدی پاکستانی ہونے کا ثبوت پیش کردے۔ ذرا آگے چل کر اس قادیانی رسالے میں یہ بھی لکھا گیا کہ ''نوائے وقت آج کل جماعت احمدیہ کے خلاف منفی پروپیگنڈے میں مصروف ہے اور یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ جماعت احمدیہ کی دوستی اسرائیل سے ہے، جسے عالم اسلام اچھا نہیں سمجھتا۔ یہ بہت پرانا الزام ہے جو بار بار لگایا گیا۔ لیکن آج تک ثابت نہیں ہوسکا۔''

قادیانی کالم نگار کی یہ بات پڑھنے کے بعد ہم اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اس قادیانی کالم نگار سے کوئی پوچھے کہ کیا تمہارے کہنے سے ایک ثابت شدہ حقیقت جھوٹ میں بدل سکتی ہے؟ آفتاب کی کرنیں اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ بزم ہستی کو منور کررہی ہوں اور تم کہو کہ نہیں نہیں۔ اس وقت تورات کی کالی دیوی نے اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں اور ہر طرف اندھیرا ہے تو لوگوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ تمھیں پاگل کہیں۔

تم قادیانی تو یہ بھی کہتے ہو کہ تمہارا مرزا قادیانی نہ شراب پیتا تھا، نہ زنا کرتا تھا، نہ افیون کھاتا تھا، نہ سینما دیکھتا تھا، نہ چوری کرتا تھا، نہ قمیص کے بٹن اُلٹے بند کرتا تھا، نہ اُلٹے جوتے پہنتا تھا، نہ مراقی تھا، نہ جھوٹا تھا، نہ گالیاں نکالتا تھا، یہ سب الزامات ہیں جو ثابت نہیں لیکن جب یہی باتیں تمھیں تمھارے مرزے قادیانی، اُس کے بیٹوں اور دیگر قادیانیوں کی مصدقہ کتب کے حوالے سے دکھائی جاتی ہیں تو تم پھر بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ دراصل تمھارے کانوں، آنکھوں اور دل ودماغ پر اللہ کی طرف سے مہریں لگ چکی ہیں کہ تم سب کچھ دیکھنے اور سننے کے بعد بھی نہیں سمجھتے۔

اسرائیل میں قادیانی مشن

دوست محمد شاہد قادیانی کی کتاب تاریخ احمدیت کے مطابق فلسطین میں یہودی ریاست (اسرائیل) کے معرض وجود میں آنے سے پہلے اور بعد میں یہ خطہ قادیانیوں کی خصوصی دلچسپیوں کا مرکز بنا رہا اور قادیانیوں کے مبلغ باقاعدہ وہاں اپنی ارتدادی سرگرمیوں میں مشغول رہے۔ اللہ دتہ جالندھری، محمد سلیم چوہدری، محمد شریف، نور احمد، مسز رشید احمد چغتائی جیسے

معروف قادیانی مبلغ تبلیغ کے نام پر عربوں کو محکوم بنانے کی مذموم سازشیں کرتے رہے۔۱۹۳۴ء میں خلیفہ قادیان مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے استعماری صیہونی مقاصد کے لیے اس تحریک کی بنیاد رکھی اور جماعت سے سیاسی مقاصد کے لیے اس تحریک کے لیے بڑی رقم کا مطالبہ کیا۔(تاریخ احمدیت)

ظفر اللہ خان قادیانی کا اعتراف

غدار اسلام، غدارِ وطن قادیانی جماعت کے سرکردہ راہنما اور پاکستان کے سابق وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی نے آتش فشاں لاہور کو ایک تفصیلی انٹرویو دیا۔ اسرائیل میں قادیانی مشن کے بارے میں ان سے چند سوال کیے گئے۔ جن سے اسرائیل میں قادیانی مشن کی حقیقت طشت از بام ہوئی۔ پڑھیے۔

''س: لیکن یہ بات عام ہے کہ آپ لوگ اسرائیل کے جاسوس ہیں اور آپ کا وہاں پر مشن موجود ہے؟

ج: ہاں ہے ہمارا وہاں مشن، لیکن وہ اسرائیل کے قائم ہونے سے مدتوں پہلے سے ہے۔ اسرائیل کی ریاست کے قیام کے وقت اسرائیل کی حدود کے اندر ایک خاص تعداد مسلمان اور عیسائی عربوں کی تھی۔ جن میں بعض تو اپنا وطن ترک کر کے ساتھ کے عرب ممالک میں منتقل ہو گئے اور بعض وہیں مقیم رہے۔ ہماری جماعت میں سے بعض اسرائیل کی حدود سے باہر چلے گئے اور بعض وہیں مقیم رہے۔ وہ دیکھیں کہ یہ اسرائیل میں بیٹھ کر بھی اسلام (یعنی قادیانیت۔ ناقل) کی تبلیغ کرتے ہیں۔'' (آتش فشاں لاہور ص ۲۷، جلد ۹، شمارہ ۹، یکم مئی ۱۹۸۱ء)

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ قادیانی اسرائیل میں بیٹھ کر اپنی ارتدادی تبلیغ کسے کرتے ہیں؟ اگر وہ یہ کہیں کہ مسلمانوں کو تو یہ بات ہی خلافِ حقیقت ہے۔ اسرائیل میں تو یہودی بستے ہیں نہ کہ مسلمان اور اگر کہیں کہ یہودیوں کو تو یہ اس سے بھی بڑا جھوٹ ہے۔ یہودیوں کو تو قادیانی اپنی ارتدادی تبلیغ کر سکتے ہی نہیں۔ کیا قادیانی بتا سکتے ہیں کہ انھوں نے اب تک کتنے یہودیوں کو قادیانیت کے گٹر میں پھینکا ہے؟ اسرائیل جو عربوں کے قلب میں ناسور ہے یہاں قادیانی مشن کے وجود کا مقصد یہی ہے کہ وہ عربوں کے خلاف اسرائیل کی جاسوسی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ جہاں اسرائیلی یہودیوں کے ظالم دانتوں میں فلسطینیوں اور دیگر عربوں کے گوشت کے ریشے نظر آتے ہیں وہاں ساتھ ساتھ قادیانی بھی اس فعل قبیح میں برابر کے شریک ہیں۔

اسرائیل میں قادیانی مشن کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ پاکستان کی اندرونی سیاست کے راز لیے جائیں، پاکستان کے ایٹمی راز لیے جائیں اور اس پاک وطن میں عالمی استعمار اور یہودی استحصال کی راہیں قائم کی جائیں۔ یہی کام ان کا شیطانی سپوت ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی پوری زندگی کرتا رہا جس کے پاکستان کے ایٹمی نقشے کو امریکہ بہادر تک پہنچانے کے واضح ثبوت منظر عام پر آ چکے ہیں۔

ربوہ (پاکستان) کا مشن اسرائیل میں (ناقابل تردید ثبوت)

پاکستانی قادیانیوں کی اسرائیل میں ان کے مشن سے وابستگی کا اندازہ آپ (ربوہ) موجودہ چناب نگر کی تنظیم

تحریک جدید کے سالانہ بجٹ ۶۷۔۱۹۶۶ء کے ص ۲۵ سے بھی لگا سکتے ہیں جس کی فوٹو کاپی درج ذیل ہے۔

واضح رہے کہ (ربوہ) موجودہ چناب نگر (پاکستان) قادیانیوں کا ہیڈ کوارٹر ہے اور قادیانی جماعت کی تمام تنظیمیں اسی مرکز سے وابستہ ہیں اور اسی کے زیر انتظام چل رہی ہیں۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی سے جب پوچھا گیا۔ کہ کیا اسرائیل میں ربوہ کا مشن قائم ہے تو اس نے بوکھلا کر کہا تھا کہ ''حکومت کے نوٹس میں ایسی کوئی اطلاع نہیں۔'' لیکن جب مذکورہ بالا ربوہ کا سالانہ بجٹ شائع ہوا جس میں ''اسرائیل مشن'' کا مزانیہ بھی موجود تھا تو قادیانیوں کو اس منافقانہ روش پر جھنجھوڑا گیا تو کہنے لگے کہ ''اسرائیل میں قادیانی مشن تو قائم ہے اور ہے بھی ربوہ کے ماتحت لیکن وہ کوئی سیاسی مشن نہیں بلکہ تبلیغی مشن ہے۔''

مرزا قادیانی کے پوتے مبارک احمد کا اعتراف

مرزا قادیانی کے پوتے مبارک احمد قادیانی نے اپنی کتاب (our foreign mission) آور فارن مشن جو ربوہ سے چھپی ہے کے ص ۷۹ پر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ:

ترجمہ: ''احمدیہ مشن اسرائیل میں حیفہ (ماؤنٹ کرمل) کے مقام پر واقع ہے اور وہاں ہماری ایک مسجد ایک مشن ہاؤس، ایک لائبریری، ایک بک ڈپو اور ایک سکول موجود ہے۔ ہمارے مشن کی طرف سے ''البشریٰ'' کے نام سے ایک ماہانہ عربی رسالہ جاری ہے جو ۳۰ مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی مردود۔ ناقل) کی بہت سی تحریریں اس مشن نے عربی میں ترجمہ کی ہیں۔

چھ سو پاکستانی قادیانی اسرائیلی فوج میں:

جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ روزنامہ نوائے وقت کی اس سنسنی خیز خبر کہ ''۱۹۷۲ء تک اسرائیلی فوج میں چھ سو پاکستانی قادیانی شامل ہو چکے ہیں'' پر تبصرہ کرتے ہوئے قادیانیوں کے شمارے ہفت روزہ ''لاہور'' لاہور نے اس خبر کو مفروضہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بات بالکل ثابت نہیں۔ حالانکہ روزنامہ نوائے وقت نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں لکھی بلکہ لندن سے شائع ہونے والی کتاب اسرائیل اے پروفائل (Israel A Profile) کے حوالے سے لکھی ہے جس کا مصنف کوئی مسلمان نہیں بلکہ پولیٹیکل سائنس کا ایک یہودی پروفیسر آئی ٹی ٹونی ہے اور یہ کتاب کسی اسلامی ادارے نے نہیں چھاپی بلکہ اسے عیسائیوں کے ادارے ہال، مال لندن نے ۱۹۷۲ء میں شائع کیا ہے اور یہ تفصیل اس کتاب کے صفحہ ۷۵ پر موجود ہے اگر قادیانیوں کی عقل تھوڑی بہت بھی کام کرتی ہے تو وہ اس کتاب کو بلا جھجک لندن کے ادارے ہال مال سے منگوا کر پڑھ سکتے ہیں۔ قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ اسی کتاب کے صفحہ ۵۴ پر صاف طور پر بتایا گیا ہے۔ عربوں پر یہ پابندی اب بھی قائم ہے کہ وہ کسی سرسبز گاؤں میں نہیں رہ سکتے اور اسرائیلی فوج میں بھرتی بھی نہیں ہو سکتے۔

قادیانیوں کی اسرائیل دوستی:

قادیانیوں کے رسالے ہفت روزہ ''لاہور'' لاہور کے اس اعتراض کہ ''ان پر لگایا گیا اسرائیل دوستی کا الزام بہت پرانا ہے جو بار بار لگایا گیا۔ لیکن آج تک ثابت نہیں ہو سکا۔'' کا دندان شکن جواب آپ گزشتہ سطور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ آیئے یہاں ان کی اسرائیل گٹھ جوڑ کی مصدقہ کہانی، شرمناک سرگرمیوں اور استحصالی ہتھکنڈوں کی چند جھلکیاں انھیں کے رسائل و جرائد سے ملاحظہ کرتے ہیں۔

قادیانی مبلغ چوہدری محمد شریف ۱۵ راگست ۱۹۴۸ء سے جون ۱۹۴۹ء کے عرصہ کی اسرائیل سے پاکستان بھیجی گئی رپورٹ میں لکھتا ہے۔

> ''ہماری آنکھوں کے سامنے شہر گر گئے۔ آبادیاں ویران ہوگئیں۔ ان ایام میں جبکہ چاروں طرف گولیاں برستی تھیں اور ہر رات معلوم ہوتا تھا کہ صبح ہم پر طلوع ہوگی یا نہیں۔ دعوت احمدیت کا کام باوجود محصور ہونے کے جاری رکھا۔ جب چوہدری محمد شریف قادیانی اسرائیل سے پاکستان آنے لگا تو اسرائیلی صدر بن زیوی نے اس کو خصوصی پیغام ارسال کیا کہ وہ وطن جانے سے پہلے اس سے ضرور ملے۔ ۲۸ رنومبر کو چودھری شریف نے اس سے ملاقات کی۔ مرزا محمود نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۵ رستمبر ۱۹۵۸ء میں اس ملاقات کا ذکر بڑے فخر و مباہات سے کیا ہے۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت، جلد نمبر ۵، ص ۵۰۷ از دوست محمد شاہد قادیانی)

قادیانی مبلغین کا اسرائیلیوں پر گولیوں کی برسات میں اور ظلم واستبداد کی سیاہ رات میں تبلیغ کرنا اور چودھری شریف قادیانی سے ملنے کا اسرائیلی صدر کا اشتیاق پھر اس مرزائی مبلغ سے ملاقات یہ سب حقائق قادیانیوں کی اسرائیل دوستی کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔

۱۹۵۷ء میں سالانہ جلسے ربوہ کی تقریب میں مرزا قادیانی کے پوتے مرزا مبارک احمد نے اسرائیلی حکومت اور قادیانی مشن کے مابین دوستانہ تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

> ''گزشتہ دنوں ہمارے مبلغ نے بیضا (اسرائیل) کے میئر سے ملاقات کی اور مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات کیا۔ چنانچہ ہماری تعلیمی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر انھوں نے کہا کہ وہ کبابیر (اسرائیل) میں مدرسہ کی عمارت بنا کر دینے کے لیے تیار ہیں اور کہا کہ میں کبابیر ملنے کے لیے آؤں گا۔ چنانچہ بعد میں وہ مقررہ تاریخ پر چار دیگر آدمیوں سمیت آئے۔ جن میں مہندس البلاد بھی تھا۔ اس موقع پر جماعت کے دوستوں اور مدرسہ احمدیہ کے طلباء نے معزز مہمانوں کا استقبال کیا اور ان کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی گئی۔ واپسی سے قبل میئر صاحب نے مشن کے رجسٹر میں عمدہ تاثرات کا اظہار کیا۔ ہمارے دارالتبلیغ میں ایک صحافیہ ملنے کے لیے آئی۔ جس نے تبادلہ خیالات کیا اور بعد میں ہمارے مبلغ مسجد اور مشن ہاؤس کی تصاویر ایک اخبار میں شائع کروائیں اور جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر کیا۔''
>
> (اشاعت اسلام اور ہماری ذمہ داریاں، از مرزا مبارک احمد قادیانی ص ۷۱ مطبوعہ ربوہ)

قارئین محترم! آپ اندازہ کیجئے کہ تعصب کی عینک لگائے اور ہٹ دھرمی کا ہیٹ پہنے ہوئے اسرائیل جہاں دنیا کے کسی بھی مذہب کی تبلیغ ناجائز قرار پاتی ہے حتیٰ کہ عیسائی جو یہودیوں کے محسن و مربی ہیں وہ بھی اس فعل سے محروم ہیں لیکن پاکستانی قادیانی کھلے عام وہاں تبلیغ کے نام پر اپنا مشن چلا رہے ہیں۔

روزنامہ ''مارننگ نیوز'' کراچی ۲۶ رستمبر ۱۹۷۳ء میں یہ خبر چھپی۔ ''عیسائی مشنریوں نے بہت سے مواقع پر مطالبہ کیا ہے کہ اسرائیل انھیں تبلیغ کی اجازت نہیں دیتے۔''

قادیانیوں کا اسرائیل کو تسلیم کرنا

لاکھوں عرب مسلمانوں کی تکہ بوٹی کرنے والے، ظلم و بربریت کا محشر بپا کرنے والے، خمیدہ کمر بوڑھوں کو بے رحمانہ طریقے سے موت کے گھاٹ اتارنے والے، معصوم بچوں کی موت کی ہچکیاں سن کر شیطانی قہقہے لگانے والے، عفت مآب عورتوں کی اجتماعی عصمت دری کر کے ننگا ابلیسی رقص کرنے والے یہودیوں نے جو ازل سے اسلام اور مسلمانوں کے شدید دشمن ہیں۔ ظلم و زیادتی کا یہ طوفان بپا کیا اور عربوں کے سینے میں ایک ناسور یعنی صیہونی ریاست اسرائیل کا قیام کیا۔ دنیائے اسلام نے آج تک اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا لیکن یہودیوں کے آلہ کار قادیانی اسرائیل کو تسلیم کرتے ہیں۔ قادیانی جماعت کے تیسرے سربراہ مرزا ناصر احمد قادیانی ۱۹۸۰ء میں جن دنوں یورپی دورے پر تھا۔ اس نے پکاڈلی لندن کے کیفے رائل میں ایک پریس کانفرنس کے دوران ایک سوال کے جواب میں کہ آیا:

وہ اسرائیل کو تسلیم کرتے ہیں؟ کے جواب میں کہا تھا کہ: ''میں تاریخ کی اس حقیقت کے اسرائیل قائم ہے کو قبول کرنے سے انکار نہیں کرتا۔'' (بحوالہ قادیانی رسالہ ریویو آف ریلیجنز لندن فروری ۱۹۸۴ء ص ۴۰)

لمحہ فکریہ!

غرقاب عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے بارے میں دو تاریخی جملے کہے تھے۔

(۱)　قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔

(۲)　قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔

قادیانیوں کی اسلام اور وطن سے غداریوں کی فہرست شیطان کی آنت سے بھی زیادہ لمبی ہے:

(۱)　انھوں نے پاکستان کے وجود کو آج تک تسلیم نہیں کیا بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ پاکستان ٹوٹ جائے گا اور اکھنڈ بھارت بنے گا۔

(۲)　اس جماعت نے خلافت عثمانیہ کی تباہی پر قادیان میں چراغاں کیا تھا۔

(۳)　شاتم رسول راجپال کو قتل کرنے والے عظیم عاشق رسول غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ علیہ پر تنقید کرتے ہوئے

جماعت مرزائیہ کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے کہا تھا کہ ''وہ نبی بھی کیا نبی ہے جس کی حفاظت کے لیے خون میں ہاتھ رنگنے پڑیں۔''

(۴) جس کے نمائندہ وزیر خارجہ سرظفر اللہ نے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی نماز جنازہ اس لیے نہ پڑھی کیونکہ قائداعظم قادیانیوں کے نزدیک کافر تھے کہ وہ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے تھے۔

(۵) انھوں نے سقوط مشرقی پاکستان پر ربوہ کے بازاروں میں بھنگڑا ڈالا۔

(۶) انھوں نے شاہ فیصل کی شہادت پر جشن منایا۔

(۷) انھوں نے ذوالفقار علی بھٹو کی موت پر خوشی مناتے ہوئے حلوے کی دیگیں تقسیم کیں اور بھٹو کو ایک غلیظ جانور سے تشبیہ دی۔

(۸) انھوں نے کہوٹہ ایٹمی پلانٹ کا ماڈل امریکہ پہنچایا۔

(۹) اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ انھوں نے ایک فاتر العقل، بدشکل مراقی، افیونی کو محمد رسول اللہ متعارف کروایا۔ (نعوذ باللہ)

اے محبانِ پاکستان!

آج یہود و نصاریٰ کے یہ ایجنٹ پوری دنیا میں اسلام اور پاکستان کو بدنام کرنے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ لوگوں کے ایمانوں کو ارتداد کی چھری سے ذبح کر رہے ہیں۔ نئی نئی سازشیں ہو رہی ہیں۔ نئے نئے جال بنے جا رہے ہیں۔ دشمن گھر کی دیوار میں نقب لگا چکا ہے۔ خدارا بیدار ہو جاؤ، ہوشیار ہو جاؤ، اسلام و وطن کے ان غداروں سے برسرِ پیکار ہو جاؤ، ارضِ وطن کا پتا پتا، بوٹا بوٹا اور ذرہ ذرہ پاک وطن کے مکینوں کو چیخ چیخ کر صدا دے رہا ہے۔

رات اندھیری سونا جنگل چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہنا چوروں کی رکھوالی ہے

....

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھے آشیانوں میں

☆☆☆

آخری قسط

فلسطین، اسرائیل اور سر ظفر اللہ خان

پروفیسر مشتاق خان کیانی (لندن)

مگر حقیقت سراسر اس کے برعکس تھی۔ کیوں کہ یہودی خود بخود فلسطین میں قدم نہیں جما رہے تھے بلکہ ایک باقاعدہ سوچی سمجھی سکیم اور سازش کے تحت ان کو فلسطین میں لاکر آباد کیا جارہا تھا اور یہودی اقلیت کو اکثریت میں تبدیل کرنا برطانوی سامراجی پالیسی کا ایک اہم جزو تھا۔ اس پالیسی، سازش اور بین الاقوامی صہیونی دباؤ کے تحت یہودیوں کو زبردستی لاکر فلسطین میں آباد کیا جارہا تھا۔ چنانچہ فقط دس سال کے اندر یہودیوں کی فلسطین میں آبادی ایک لاکھ سے بڑھ کر تین لاکھ چالیس ہزار ہوگئی تھی۔ انگریزوں نے فلسطین کے عرب باشندوں سے وعدہ کیا تھا کہ وہ فلسطین میں رائے شماری کرائیں گے۔ مگر بعد میں وہ روایتی منافقت سے کام لیتے ہوئے وہ اس وعدہ سے منحرف ہوگئے اور مزید یہ شرط لگائی کہ جب تک فلسطین میں یہودیوں کی اکثریت نہیں ہوگی، رائے شماری بھی نہیں ہوگی۔ چنانچہ مسٹر بالفر (Mr. Balfour) جو کہ وزیر خارجہ تھا اور بدنام زمانہ اعلانیہ بالفر (Balfour) کے مصنف نے وزیراعظم لائیڈ جارج (Lioyd George) کو خط لکھا اور رائے شماری سے منحرف ہوگئے۔ پروفیسر کیالی (Koyyoli) نے اپنی کتاب تاریخ فلسطین میں اس خط کو نقل کیا ہے۔ میں اس کا ترجمہ یوں پیش کروں گا:

> ''فلسطین کے حوالے سے ہم نے قصداً اور صحیح طور پر استصواب رائے کے اصول کو نظر انداز کیا۔ کیوں کہ موجودہ فلسطینی باشندوں (عربوں) کی رائے اگر معلوم کی جائے تو یہ رائے یقیناً یہودی اقلیت کے خلاف جائے گی۔''

۱۹۲۳ء میں جب لیگ آف نیشنز نے برطانیہ کو فلسطین کا اقتدار (Mandate) دیا تو برطانوی حکومت نے فی الفور اور بلا تاخیر سر ہربرٹ سموئیل (Sir Herbert Samuel) کو فلسطین کا پہلا ہائی کمشنر (گورنر) مقرر کرکے فلسطین بھیجا۔ سر ہربرٹ سموئیل نہ صرف مشہور و معروف یہودی تھے بلکہ وہ ایک نہایت کٹر قسم کے صہیونی (Zionist) متعصب نسل پرست اور تنگ نظر انسان تھے اور جوئیش ایجنسی کے خفیہ طور پر نہ صرف ممبر تھے بلکہ ان کو ہر طرح کے صلاح و مشورہ بھی دیا کرتے تھے۔ اس اہم عہدے پر سر سموئیل کی تقرری عالمی صہیونیت کے لیے خوشخبری کی بات تھی۔ یہی وجہ ہے کہ فلسطین اور فلسطین سے باہر کے صہیونی یہودیوں نے خوب خوشیاں منائیں اور گھی کے چراغ جلائے کیوں کہ ان کی دیرینہ خواہشات اور مرادیں پوری ہورہی تھیں۔ اب سر ہربرٹ سموئیل کے پروگرام کے مطابق دنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کو جمع کرکے فلسطین لایا جارہا تھا۔ سر ہرٹ نے نئے قانون نافذ کیے جن کی رو سے عربوں کی زمین زبردستی ضبط کرکے نئے آنے والے یہودیوں کو الاٹ کیے گئے۔ ان تمام غیر قانونی اور غاصبانہ کاروائیوں کے دو مقصد تھے۔ ایک تو یہ کہ یہودیوں کی آبادی کو فلسطین میں اقلیت سے اکثریت تبدیل کیا جائے اور دوسرا یہ کہ فلسطین میں ایک یہودی ریاست کی قیام

(اسرائیل) کوممکن بنایا جائے ۔ ان دومقاصد کوحاصل کرنے کے لیے کوئی دس ہزار عرب زمینداروں اور کاشت کاروں کواپنے زمینوں سے بے دخل کیا گیا اور بہت سے کاشت کاروں کو اپنی اراضیات فروخت کرنے پر جبراً مجبور کیا گیا۔ اسی دوران دو دہشت گرد تنظیموں یعنی ارگون (Irgun) اور سٹرن (Stern) کی بنیاد رکھی گئی اوران دہشت گرد تنظیموں کو مسلح کیا گیا۔ اور ہر طرح کے جدید ہتھیاروں سے لیس کیا گیا۔ان دونوں دہشت گرد تنظیموں کے سربراہ مسٹر مناخن بیگن اور ڈیوڈ بن گوریان تھے جو بعد میں یکے بعد دیگرے اسرائیل کے وزیر اعظم بن گئے۔ان دہشت گرد تنظیموں کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ یہ دہشت گردی اور نسل کشی کے ذریعے فلسطینی عربوں کا قتل عام کیا جائے۔اور جو عرب بچ جائیں وہ دہشت گردی کے خون میں ایسا مبتلا ہوں کہ وہ خو بخود فلسطین چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو جائیں چنانچہ دار یاسین اور دوسرے ۲۵ گاؤں پر رات کو حملہ کر کے ہزاروں بے گناہ فلسطینی عورتوں اور بچوں کا قتل عام کیا گیا۔ اور جو بچ گئے وہ سب کچھ چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ سب دھاندلی، قتل وغارت، زمینوں اور مکانوں پر قبضہ برطانوی سرکار کی مرضی اور ایما پر ہو رہا تھا۔

جن کے ایما پہ کیا شیخ نے بندوں کو ہلاک
وہی بندوں کا خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

برطانوی سامراج کے پیدا کیے ہوئے یہ وہ حالات تھے جن کی وجہ سے یہودیوں کو دنیا بھر سے جمع کر کے فلسطین میں لا کر آباد کیا جا رہا تھا اور یہ نئے اور نو وارد یہودی بتدریج نہیں بلکہ یکدم اور اچانک عربوں کے زمینوں پر زبردستی قبضہ کر کے عربوں کو تشدد کے ذریعے بھاگنے پر مجبور کر رہے تھے۔ پروفیسر ایلان پپی (ilan pappe) جو حیفا یونیورسٹی اسرائیل میں تاریخ کے استاد ہیں۔ وہ اپنی کتاب ''فلسطین کی جدید تاریخ'' میں لکھتے ہیں:

> ''فلسطینیوں کا قتل عام اوران پر مظالم کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھے۔ بلکہ یہ ایک سوچے سمجھے ماسٹر پلان کے تحت ان پر یہ مظالم ڈھائے جا رہے تھے۔جن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مستقبل کی نئی یہودی ریاست (اسرائیل) کو جس قدر ممکن ہو سکے فلسطینی عربوں سے پاک وصاف کیا جائے۔ چنانچہ دس لاکھ فلسطینی عربوں کو اپنے گھروں سے زبردستی نکالا گیا۔ (لہٰذا) اسرائیل کی بنیاد دہشت گردی، عسکری طاقت، عربوں اور غیر یہودیوں کے اخراج اور ملک بدری پر رکھی گئی ہے۔''

اب ان تاریخی حالات اور شواہد کو سامنے رکھتے ہوئے سر ظفر اللہ خان کا تحدیثِ نعمت میں یہ بیان کہ ۱۹۳۴ء تک صہیونیت فلسطین میں اپنے قدم جما چکی تھی اور اس کا اقتدار بڑھتا جا رہا تھا۔عرب اراضیات بتدریج صہیونی ایجنسی کی ملکیت اور تصرف میں منتقل ہو رہی تھی۔'' کو پڑھئے اور دیکھئے کہ وہ کس نمک حلالی اور وفاداری سے اپنے آقا اور مربی انگریز سرکار اور صہیونیت کو عربوں کے قتل عام سے بری کرتے ہیں اوران کے انسانیت سوز جرائم پر کس عیاری اور چالاکی سے پردہ ڈالتے جاتے ہیں۔ تا کہ نہ تو انگریز آقا پر کوئی حرف آئے اور نہ ہی صہیونیت مورد الزام ٹھہرے

مت پوچھ کہ ہم ضبط کی کس راہ سے گزرے
یہ دیکھ کہ تجھ پر کوئی الزام نہ آیا

سر ظفر اللہ خان کے کٹر صہیونی ہونے کا اس سے بہتر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ اس نے صہیونیت کے دفاع اور صہیونیت کے جرائم پر پردہ پوشی کرنے کی کوشش میں تاریخی حالات اور واقعات کو مسخ کر کے پیش کیا۔ سراسر ظلم اور قتل وغارت، ناانصافی اور انسانیت سوز بربریت کے خلاف یا ان لوگوں کے خلاف جو ان جرائم اور دہشت گردی کے مرتکب اور ذمہ دار تھے۔ مذمت کا ایک لفظ بھی سر ظفر اللہ خان کے قلم سے نہیں نکلا۔ بلکہ وہ اپنے آقا کے گناہوں پر اس خوبصورتی اور شاطری سے پردہ پوشی کرتے ہیں کہ کہیں آقا اور صہیونیت پر الزام نہ آئے اور ان کی بدنامی نہ ہو۔

احمدیت اور صہیونیت:

احمدیت (قادیانیت) اور صہیونیت (zionism) ایک درخت کے دو شاخ ہیں اور دونوں انگریزوں کے ''خود کاشت پودے'' ہیں۔ لہٰذا دونوں کی آبکاری اور نشو ونما میں انگریز سرکار نے نمایاں کارکردگی کی مثالیں قائم کی تھیں۔ اب بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ سر ظفر اللہ خان اور سر ملک فیروز خان دونوں انگریزوں کے خادم اور وفادار غلام تھے۔ سر ظفر اللہ کے مذہبی اور عقائدی فرائض میں یہ بات شامل تھی کہ وہ نیابت فرماں برداری اور خشوع وخضوع سے انگریز، احمدیت اور صہیونیت کی یکساں خدمت کرے۔ سر ظفر اللہ خان کی خود نوشت ''تحدیثِ نعمت'' کو تصنیف کرنے کا بنیادی مقصد بھی یہی تھا کہ وہ اس کتاب کے ذریعے انگریز سامراج اور صہیونی بربریت کے جرائم پر پردہ ڈالے اور ان دونوں کو فلسطینیوں کے قتل عام سے بری کرے۔ اس خیالِ خام میں مبتلا ہونا کہ سر ظفر اللہ مسلمانوں یا فلسطینی عربوں کا دوست تھا۔ یہ محض غلط فہمی، خوش فہمی یا خود فریبی ہے۔

راجہ نصر اللہ خان نے اقوامِ متحدہ میں سر ظفر اللہ خان کی لمبی لمبی تقریروں کا حوالہ دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے چونکہ موصوف نے فلسطین کے حق میں بہت سی تقریریں کی تھیں لہٰذا وہ فلسطینی عربوں کے دوست اور خیر خواہ تھے۔

اس میں شک نہیں کہ سر ظفر اللہ گفتار کے مردِ میدان تھے اور وہ جب بولنے پہ آتے تو بے مقصد اور بے معنی تقریروں کے دریا بہا دیتے۔ مگر یہ تمام فصاحت اور گرمیٔ گفتار، یہ شعبدہ بازی اور یہ اداکاری فلسطینیوں کے کس کام آیا؟ کیا ان لمبی لمبی اور بے معنی تقریروں سے اسرائیل کی جارحیت اور دہشت گردی میں کوئی ذرہ بھر بھی کمی آئی؟ اسرائیلی مظالم کے شکار بے بس فلسطینی ان تقریروں کو سن کر صرف یہ کہتے ہیں:

وہی میری کم نصیبی ، وہی تیری بے نیازی
میرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ نَے نوازی

سر ظفر اللہ خان نے اپنی کمال نَے نوازی اور شعبدہ بازی سے بے چارے فلسطینی عربوں کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا مگر امریکہ کے باج گزار اور تابعدار عرب حکومتوں کے مندوبین کا تو خوب دل بہلایا۔ اسرائیلی مطالعہ اور دہشت گردی سے توجہ ہٹا کر سامراج کے غاصبانہ ہاتھ اور بھی زیادہ مضبوط کیے۔ کوئی دس ہزار سے زیادہ بے گناہ فلسطینی اسرائیلی جیلوں میں چالیس سال سے پڑے تشدد کا شکار ہوتے چلے آرہے ہیں۔ ان کے گھر، سکول، ہسپتال، کتب خانے مسمار کیے جارہے

ہیں۔ بحیثیت قوم اور بحیثیت انسان فلسطینی عربوں کی قدم قدم پر تذلیل کی جاتی ہے۔ ان کے ساتھ کتوں سے بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔ اسرائیلی سپاہی امریکی اسلحہ سے لیس فلسطینی بچوں، عورتوں اور جوانوں کا ایسا شکار کھیلتے ہیں جیسے جنگل میں خطرناک جانوروں کا شکار کھیلا جاتا ہے۔ وہ گزشتہ پچاس سال سے غلامی اور بے بسی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور یہ زنجیریں امریکی فوجی اور مالی امداد سے اور ہمسایہ مسلمان حکومتوں کی منافقت اور بے اعتنائی سے اور زیادہ مضبوط ہوتی جارہی ہیں۔ مگر سرظفراللہ خان کے دربار کے ثنا خوان اس بات پر مصر ہیں کہ اُن کے ممدوح کی اقوام متحدہ میں لمبی اور کھوکھلی تقریروں سے فلسطینی مظلوموں کو فائدہ پہنچا ہے۔ کیا ایک شخص جو بھوک اور فاقہ سے جاں بہ لب ہے، اس کا پیٹ لمبی اور میٹھی تقریروں کی لوریوں سے بھرسکتا ہے؟ ہم سرظفراللہ خان کی فصاحت کے قائل تو ہیں مگر:

قائل ہوں میں تیری فصاحت کا لیکن
رانجھا کے نصیبوں میں کہاں ہیر کی آواز

جہاں تک تقریروں کا تعلق ہے تو تقریریں اچھی اور معلوماتی بھی ہوتی ہیں اور نہایت جذباتی اور گمراہ کن بھی۔ مگر یہ بھی ایک تکلیف دہ حقیقت ہے کہ ہزاروں عطائی ڈاکٹر، حکیم، شعبدہ باز اور مداری اپنی فصاحت اور زورِ گفتار سے سرِ راہ مجمع لگا کر کئی سادہ لوح راہ گیروں اور تماشبینوں کو چکمہ دے کر اپنی بے کار، فضول اور مضر دوائیاں بیچنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

فصاحت میں وہ بھی تو کچھ کم نہیں ہیں
جو مجمع لگا کر دوا بیچتے ہیں

پس اقوامِ متحدہ میں سرظفراللہ خان کی تقریریں اُن عطائی حکیموں اور شعبدہ بازوں کی سرِ راہ تقریروں سے مختلف نہیں ہیں۔

یہ واضح حقیقت ہے کہ اقوامِ متحدہ اپنی افادیت سراسر کھوچکی ہے۔ یہ اب امریکی سامراج اور اس کی وزارت خارجہ کا ایک فعال جزو بن چکی ہے۔ یہ عالمی اور امریکی صہیونیت کی ایک تقریر گاہ اور ایک ڈیبیٹنگ سوسائٹی (Debating Society) بن گئی ہے۔ یہاں وہی کچھ ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے جو امریکی سامراج یا صہیونی طاقتوں کی مرضی کے مطابق ہو۔ رشتوں، بلیک میل اور دھمکیوں کے ذریعے چچا سام نے نہ صرف تمام ممبروں کے ووٹ خریدے ہیں بلکہ ان کے ضمیر بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۴۸ء سے لے کر آج تک اقوامِ متحدہ نے کشمیر، فلسطین اور اسرائیل کے حوالے سے کوئی ایسی قرارداد پاس نہیں کی جس پر عمل ہوا ہو یا اس کے مثبت نتائج برآمد ہوئے ہوں۔ جنرل اسمبلی نے کوئی ۴۹۲ قراردادیں پاس کیں اور سیکورٹی کونسل نے سو کے قریب قراردادیں پاس کیں۔ مگر اسرائیل نے امریکہ اور برطانیہ کی مدد سے ان سب قراردادوں کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا اور فلسطین پر قبضہ اور مظالم بدستور جاری رکھا اور تیس لاکھ فلسطینیوں کی زندگیوں کو جہنم بنایا۔ اسرائیل نے ظلم اور سفاکی کا بازار اس لیے گرم کررکھا ہے کہ اس کو امریکہ کی مکمل آشیر باد اور پشت پناہی حاصل ہے۔ فلسطینیوں پر قیامت ڈھانے کے باوجود اسرائیل کو فوجی طور پر اور زیادہ مسلح کیا جارہا ہے اور فلسطینیوں کے قتل عام میں اس کے سب اخراجات بھی ادا کیے جارہے ہیں۔ اب حال ہی میں امریکہ کی طرف سے اسرائیل کے لیے ۳۰ بلین ڈالر کی مزید

امداد منظور ہوئی ہے تا کہ اسرائیل جب چاہے وہ مشرقِ وسطیٰ کے کسی بھی ملک پر جارحانہ حملہ کرسکتا ہے۔ امریکہ کے ان انسانیت سوز اور انسانیت کے خلاف ان مجرمانہ کارروائیوں کے خلاف کسی بھی مسلمان نے احتجاج نہیں کیا اور نہ ہی کسی طرح سے اپنی ناراضی کا اظہار کیا۔ مگر اس کے برخلاف امریکہ سے دوستی، تابعداری اور غلامی کے رشتے اور زیادہ مضبوط ہوتے جارہے ہیں۔ یہ مسلم ممالک سرظفر اللہ خان کی طرح اقوام متحدہ میں اور اقوامِ متحدہ سے باہر، اسرائیل کے خلاف اور فلسطینیوں کے حق وحمایت میں بڑی لمبی تقریریں کرتے ہیں مگر عملی طور پر کچھ نہیں کرتے۔ جو ملک عالمِ اسلام اور فلسطینیوں کا دشمن ہے اور اسرائیل کو مہلک ہتھیاروں سے لیس کر کے فلسطینی عربوں پر مظالم ڈھا رہا ہے، اس ملک سے ان کی دوستی کے رشتے اور مضبوط ہورہے ہیں۔ ان مسلم ممالک کی غلامی، تابعداری اور باج گزاری اب ایک ذلت آمیز سطح پر پہنچ گئی ہے۔ اس وقت ایران کے سوا ایسا کوئی مسلم ملک نہیں جہاں امریکہ کے فوجی یا بحری اڈے نہ ہوں۔ امریکہ سے باہر امریکہ کا سب سے بڑا فوجی اڈہ الیودید (Alyudid) قطر میں ہے، جہاں تین لاکھ امریکی فوجی مستقل طور پر مقیم ہیں۔ جہاں سے افغانستان اور عراق پر حملہ کر کے قبضہ کیا گیا تھا۔ اب اسی اڈہ سے ایران پر حملہ اور جارحیت کی تیاریاں ہورہی ہیں۔ اسی طرح سعودی عرب (دھران) اور کویت میں فوجی، ہوائی اور بحری اڈے ہیں جہاں ایک لاکھ کے قریب امریکی فوجی مقیم ہیں۔

اب ان حالات اور واقعات کے پس منظر میں اگر آپ دیکھیں اور پھر سرظفر اللہ خان اور دوسرے مسلم لیڈروں کے فلسطین کے حوالے سے بیانات اور تقریروں کا تجزیہ کریں تو آپ کو منافقت اور ریاکاری کے سوا اور کچھ نظر نہیں آئے گا۔ اقوامِ متحدہ کے اندر یا باہر فلسطین کے یہ دوست نما دشمن فلسطین کے حق میں لمبی تقریریں تو کرتے ہیں اور ان کی زبان قینچی کی طرح چلتی ہے لیکن اندر سے وہ دشمن کے عزائم کے حامی اور فلسطینیوں کے قتل عام میں بلاواسطہ شریک ومعاون ہیں۔ فلسطینی بجا طور پر ایسے دوست نما دشمنوں سے کہہ سکتے ہیں کہ:

تری الفت سے کیا ملا ہم کو
زحمتیں ، ذلتیں اور بدحالی

لہٰذا سرظفر اللہ خان بھی ایک ایسے ہی دوست نما دشمن تھے جو منافقانہ اور گمراہ کن تقریریں کرنے میں یدطولیٰ رکھتے تھے اور واشنگٹن کے پالتو شیخوں، شاہوں اور امیروں کے سفیروں میں بہت مقبول تھے اور انھی لوگوں سے اپنی لاحاصل تقریروں کی داد لیتے تھے۔ مرحوم حبیب جالبؔ کے مطابق یہ سب سامراج کے گماشتے ہیں۔ میں یہاں مرحوم کی ایک نظم کے چند اشعار نقل کرنا چاہوں گا:

شیوخ و شاہ کو سمجھو نہ پاسبانِ حرم　　یہ بندگانِ زر و سیم ہیں خدا کی قسم
شیوخ و شاہ تو خود ہیں شریکِ ظلم و ستم　　شیوخ و شاہ سے رکھو نہ کچھ امیدِ کرم
امیر کیسے نہ واشنگٹن کے ساتھ رہیں　　اُنھی کے دم سے ہیں ساری امارتیں ہمدم
یہ مانگتے ہیں دعائیں برائے اسرائیل　　کہ اسرائیل سے ہیں بادشاہتیں قائم
غرض انھیں تو فقط اپنے تاج و تخت سے ہے　　اِنھی شہید فلسطینیوں کا کیوں ہو غم

سرظفراللہ خان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ان کی کھوکھلی تقریروں سے نہ تو اسرائیل کا کوئی نقصان ہوگا اور نہ ہی فلسطینی عربوں کی زندگی میں بہتری کی تبدیلی آئے گی۔ نہ اسرائیلی صیہونی مظالم اور سفاکی میں کوئی کمی ہوگی اور نہ ہی فلسطینی غلامی کی اتھاہ گہرائیوں میں پڑے آزادی کی کرنیں دیکھ سکیں گے۔ مگر اس کے باوجود وہ اپنی گمراہ کن تقریروں سے امید کے جعلی دیئے جلاتے رہے:

باغباں بھی خوش رہے اور راضی رہے صیاد بھی

جب ہمارے ''شیرِ قادیان'' اقوامِ متحدہ میں اپنی مسحور کن تقریروں سے عرب مندوبین کے دل بہلا رہے تھے بعینہٖ اُسی وقت جنرل ایریل شیرون (Ariel Sharon) اپنے فوجی دستہ یونٹ ۱۰۱ کو فلسطینی مہاجر کیمپ قبہ (Qiba) اور بوریج (Bourage) کو مسمار کرنے اور ٹینکوں کے توپوں سے اڑانے کا حکم صادر کر رہے تھے۔ جہاں عرب مندوبین اور سفیر صاحبان سرظفراللہ خان کی تقریریں سن کر، سر ہلا ہلا کر واہ واہ کے فلک شگاف نعرے بلند کر کے داد دیتے تھے۔ وہاں جنرل شیرون کے ٹینکوں کی اندھا دھند بمباری سے فلسطینی مہاجر کیمپوں میں عورتیں اور بچے خون میں لہولہان ہوکر ماہیٔ بے آب کی طرح زندگی اور موت کی کشمکش میں تڑپ رہے تھے۔ اُن کی چیخیں آسمان تک جا سکتی تھیں۔ مگر سرظفراللہ خان اور ان کے مداح عرب مندوبین تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ کیوں کہ یہ شیوخ وشاہ کے سفیروں کی یہ ''مجلس ستائش باہمی'' سرظفراللہ خان کو ان کی تقریروں کی داد دینے میں مصروف تھی:

بگولے ناچتے تھے بھنور میں اور قیس عریاں تھا
یہ کیا تھا فقط لیلیٰ کی دلچسپی کا سامان تھا

ایک طرف تو فلسطین میں انسانیت سسک سسک کر دم توڑ رہی تھی تو دوسری طرف لیلیٰ سامراج کی دلچسپی اور تفریحِ طبع کے لیے سرظفراللہ خان سحرانگیز تقریروں کا اہتمام کر کے اپنے مداح شیوخ کا دل بہلا رہے تھے۔

ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو

سرظفراللہ خان اور لارنس آف عریبیہ:

کسی بھی جنگ میں خواہ وہ سرد اور اعصابی جنگ ہو یا گرم اور حقیقی جنگ، پروپیگنڈا اور حالات وواقعات کی غلط اور گمراہ کن تشہیر کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

جنگِ عظیم اوّل کے دوران جب برطانوی سامراج کو اس بات کی ضرورت پڑی کہ وہ مشرقِ وسطیٰ کے عربوں کو ترکی کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرے تو اس مقصد کے لیے لارنس کو عربی لباس پہنا کر مشرقِ وسطیٰ بھیج دیا گیا تاکہ وہ جاسوسی اور سازش کے ذریعے عربوں کو بغاوت پر آمادہ کرے اور ساتھ ساتھ اس بات کی بھی خوب تشہیر کی گئی کہ لارنس عربوں کا دوست اور خیرخواہ ہے۔ وہ عربوں کو ترکی کے چنگل سے آزاد کرنے کے لیے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر عربوں کی آزادی کے لیے لڑ رہا ہے اور عربوں کی جنگ آزادی میں ان کا ہمدرد اور شریک کار ہے اور اُسی دن سے وہ لارنس آف عریبیہ مشہور ہوگیا۔ مگر یہ سب جھوٹ اور محض پروپیگنڈا تھا۔ دراصل عربوں سے نہ تو ان کو کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی وہ عربوں کا دوست

تھا بلکہ وہ عربوں کو انسان سے کم تر سمجھتا تھا۔ اس سلسلہ میں فلپ نائٹلی کی کتاب ''لارنس آف عریبیہ کی خفیہ زندگی'' سے مندرجہ ذیل اقتباس کا اردو ترجمہ پیش کرنا چاہوں گا:

''اب یہ واضح ہے کہ لارنس آف عریبیہ کو عربوں سے بحیثیت قوم نہ تو کوئی جذباتی لگاؤ تھا اور نہ ہی وہ ان کی پروا کرتا تھا۔ وہ عربوں کے مختلف قبائل کو متحد کر کے ایک متحدہ قوم بنانے کے حق میں بالکل نہیں تھا۔ بلکہ وہ اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ برطانیہ کا مفاد اِسی بات میں ہے کہ مشرقِ وسطیٰ متحد نہ ہو بلکہ چھوٹے حصوں میں بٹا رہے۔ وہ عربوں کو آزادی دینے کے حق میں ہرگز نہیں تھا۔ بلکہ چاہتا تھا کہ عرب ہمیشہ برطانوی سامراج کے تسلط میں رہیں۔ اس نے عربوں سے ان کو آزادی دینے کا (جھوٹا) وعدہ تو ضرور کیا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اس طرح عرب ترکی کے خلاف جنگ میں حصہ لیں گے۔ مگر اُن کو شروع سے یقین تھا کہ برطانوی سامراجی پالیسی عربوں کی آزادی دینے کی اجازت کبھی بھی نہ دے گی۔'' (صفحہ۴)

چنانچہ لارنس آف عریبیہ کو شروع سے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ نہ تو عربوں کا دوست ہے اور نہ ہی ان کو آزادی دلانے کے حق میں ہے۔ مگر اس کے باوجود اس تاثر کو عام کیا گیا کہ وہ عربوں کا دوست اور خیر خواہ ہے۔ لارنس کو یہ بھی شروع سے معلوم تھا کہ برطانوی حکومت کی پالیسی یہ نہیں ہے کہ عرب متحد اور آزاد ہوں۔ بلکہ چھوٹے چھوٹے ملکوں میں بٹ کر برطانیہ کے تسلط اور زیر اثر رہیں۔ مگر لارنس نے کمال بددیانتی، مکر وفریب اور شاطری سے عربوں کو آزادی کا سبز باغ دکھا کر ان کو دھوکہ دیتا رہا اور بیوقوف بناتا رہا:

ملکوں میں ہمیں بانٹا مغرب کی سیاست نے
فرقوں میں فقیہوں نے ، پیرانِ طریقت نے

لہٰذا سر ظفر اللہ خان اور لارنس آف عریبیہ کی زندگیوں کا اگر تقابلی مطالعہ کیا جائے تو ان دونوں میں بہت سی باتیں اور قدریں مشترک نظر آتی ہیں۔ دونوں برطانوی سامراج کے مخبر اور جاسوس تھے۔ وہ سیاسی اور سفارتی رسوم وآداب کے ماہر تھے اور چٹکی بجانے میں دشمن کا دوست اور دوست کا دشمن بننے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ دونوں چرب زبانی اور فصاحت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ وہ اپنے اصلی جذبات، خیالات اور عقائد کو چھپانے میں بے مثال تھے۔ دونوں برطانوی سامراج کے نہایت وفادار، نمک خوار اور تابعدار خادم تھے اور سامراجی اثر ورسوخ کی توسیع کے علمبردار۔ دونوں نے اپنے آقا کی ہدایت کے مطابق عربوں کو خوب بیوقوف بنایا۔ لارنس نے آزادی کا سبز باغ دکھا کر ان کے ساتھ دھوکہ کیا۔ سر ظفر اللہ نے اقوامِ متحدہ میں اپنی لمبی تقریروں کی لوریوں سے فلسطینی عربوں کو سلانے کی کوشش کی۔ مگر درپردہ دونوں نے عربوں کے پیٹھ پر چھرے گھونپے اور صہیونی عزائم کو اسرائیل کی صورت میں تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہر ممکن مدد کی۔

انگریز سامراج سے وفاداری، تابعداری اور خدمت گزاری سر ظفر اللہ خان کی نظریاتی اور عقائد کی مجبوری تھی۔ وہ اپنے عقیدے اور مسلک کے تقاضوں کے پیش نظر درِخسروی کی غلامی اور خدمت گزاری پر مجبور تھے۔ کیوں کہ یہ احمدی مذہب کا تقاضا تھا کہ تمام احمدی عقیدت مند انگریز سامراج یا اس کے جانشین امیرکی سامراج کو رحمتِ ایزدی سمجھ کر ان کی

خدمت کریں۔ یعنی انگریز سے وفاداری اور خدمت اُن کا جز وایمان تھا۔ ان گزارشات کے ثبوت میں اب ہم ذیل میں احمدی اکابر کی تحریروں سے چند مثالیں پیش کریں گے:

(۱) چنانچہ مسیح قادیاں جناب مرزا غلام احمد صاحب خود فرماتے ہیں:

(الف) ”ہمارا جاں نثار خاندان سرکارِ دولت مدار کا ”خود کاشتہ پودا ہے“ ہم نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے کبھی دریغ نہیں کیا......

(ب) ”میں مہدی ہوں اور برطانوی حکومت میری تلوار۔ ہم احمدیوں کو فتح بغداد سے کیوں خوشی نہ ہو۔ عراق، عرب یا شام، ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دکھانا چاہتے ہیں۔“ (اخبار ”الفضل“، جلد ۶، نمبر ۴۲، ۷ر دسمبر ۱۹۱۸ء)

چونکہ احمدی اور سر ظفر اللہ خان دوسرے مسلمانوں کو کافر اور خارج از اسلام سمجھتے ہیں تو ایسے کافروں (فلسطینی عربوں) سے سر ظفر اللہ کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔

(۲) ”ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں، ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، کیوں کہ ہمارے نزدیک وہ اللہ تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔“ (”انوارِ خلافت“، صفحہ ۹، از مرزا بشیر الدین محمود، خلیفہ سوم و پسر مرزا غلام احمد)

فلسطین کے متعلق احمدی اور صہیونی بالکل ہم خیال ہیں اور دونوں کی سوچ اور عقائد یکساں ہیں۔ اسی یکسانیت اور ہم آہنگی کا نتیجہ یہ ہے کہ احمدیوں نے ہمیشہ فلسطین میں صہیونی خیالات اور نظریات کی تائید کی ہے اور ان نظریات کی تکمیل میں صہیونیت کا ہمیشہ ساتھ دیا ہے۔ صہیونیت کا یہ دعویٰ ہے کہ یہودی ۳ ہزار سال پہلے فلسطین میں آباد تھے مگر سیاسی حالات اور انقلابات کی وجہ سے یہودیوں کو وہاں سے نکالا گیا۔ اب ان کا حق ہے کہ وہ آکر اپنے آبائی وطن میں آباد ہوجائیں اور جو فلسطین کے موجودہ باشندے ہیں ان کو فلسطین سے زبردستی نکالا جائے اور ان کی زمینوں اور جائیداد پر قبضہ کیا جائے۔ احمدیوں کا بھی بالکل یہی عقیدہ ہے۔ چونکہ سر ظفر اللہ خان ایک کٹر احمدی تھے تو لامحالہ وہ اس عقیدے کے تابع اور پابند تھے۔

(۳) چنانچہ مرزا محمود احمد (خلیفہ دوم) فرماتے ہیں: ”یہود ضرور اس ملک فلسطین میں آباد ہونے میں کامیاب ہوں گے۔ میں وہاں (فلسطین) کے بڑے بڑے مسلمانوں سے ملا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ وہ مطمئن ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہودیوں کو نکالنے میں کامیاب ہوجائیں گے مگر میرے نزدیک ان کی رائے غلط ہے۔ یہودی قوم اپنے آبائی ملک پر قبضہ کرنے پر تُلی ہوئی ہے۔ قرآن شریف کی پیش گوئیوں اور حضرت مسیح موعود کے بعض الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی ضرور اس ملک میں آباد ہونے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ بعد کے واقعات نے حضور کے الفاظ کی لفظاً لفظاً تصدیق کردی۔“ (”تاریخ احمدیت“، جلد پنجم، صفحہ ۴۰۹)

احمدیوں (قادیانیوں) کی اسلام دشمنی اور مسلم کشی کی تاریخ بہت طویل ہے۔ یہاں تفصیلات میں جانے کی گنجائش نہیں مگر میں صرف سرسری ذکر کرتا جاؤں کہ:

(۴) مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ اپنے تمام بھائیوں کے ساتھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں بھرتی ہوا

اور سید احمد شہیدؒ، اسماعیل شہیدؒ اور دوسرے مجاہدین کے خلاف لڑتا رہا اور ہزارہ اور پشاور کے علاقوں میں مسلمانوں کے قتل عام میں شریک رہا۔ اس مسلم کشی کے عوض زمینیں اور دوسرے جائیداد حاصل کرتا رہا۔

(۵) ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف بغاوت میں مرزا مرتضیٰ نے انگریزوں کا ساتھ دیا اور ان کی ہر طرح سے مدد کی۔ چنانچہ ان کے بیٹے مرزا غلام احمد نے فخریہ انداز میں اس مذمت کو اپنی وفاداری کے ثبوت میں پیش کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ''میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو کہ اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن کی تاریخ رئیسانِ پنجاب میں ہے اور انھوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریز کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکاری انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔'' (''کتاب البریہ''، جلد ۱۳، صفحہ ۱۲)

(۶) مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''مجھ سے سرکار انگریز کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے ۵۰ ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور دوسرے بلادِ اسلامیہ میں اس مضمون کے شائع کیے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم احمدیوں کے محسن ہے۔ لہٰذا ہر احمدی کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ اس گورنمنٹ کی سچے دل سے اطاعت کرے اور دل سے اس سرکار کا شکر گزار رہو اور دعا گو رہے۔'' (''ستارۂ قیصر''، صفحہ ۱۱۴)

قارئین کرام! میرے گزشتہ مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب راجہ نصر اللہ نے سر ظفر اللہ خان کے دفاع میں ان کو ایک ''عظیم سپوت اور قائد اعظم کا معتمد ساتھی'' قرار دیا ہے۔ میرا یہ پڑھنے کے بعد اگر راجہ صاحب سر ظفر اللہ کو ایک ''عظیم سپوت'' سمجھتے ہیں تو مجھے یہ کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں:

جنھیں جگنو پہ سورج کا گماں ہو
ان اندھی عقل والوں سے گلہ کیا

نوٹ: اس مضمون کی تیاری میں جن کتابوں سے میں نے استفادہ کیا ہے، کچھ کے نام تو دورانِ مضمون لکھ چکا ہوں، جو رہ گئے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

(1) The Middle East Illusion by Noam Chomsky.
(2) Pirates and Emperors, Old+New by Noam Chomsky.
(3) Freedom Next Time by John Pilger.
(4) The Blood Never Dried by John Newsinger.
(5) Empire And Resistance by Tariq Ali.
(6) Impact International (Magazine) August 2003.
(7) The Ethnic Cleansing of Palestine by Prof. Ilan Pappe.
(8) A Brutal Friendship by Said. K. Aburish.
(۹) قادیان سے اسرائیل تک۔ ابو مدثرہ (بشیر احمد)
(۱۰) قادیانی فتنہ اور ملتِ اسلامیہ کا موقف از مولانا محمد تقی عثمانی

☆☆☆

یہ گدھے

مجید لاہوری مرحوم

امریکہ کے حالیہ انتخابات میں ''گدھے'' کے انتخابی نشان والے ڈیموکریٹ اوباما کی جیت کے بعد بعض دانشوروں کے نزدیک دنیا بھر میں گدھوں کی قدر و منزلت اور اہمیت دو چند ہوگئی ہے۔ ماضی کے نامور مزاح نگار، صحافی اور شاعر مجید لاہوری مرحوم کا ۱۹۵۰ء کا لکھا ہوا یہ مضمون قندِ مکرر کے طور پر پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

مار کھانا اور آگے بڑھنا اس کا کام ہے۔ گدھا اگر ''ترقی پسند'' ہوتا تو علم بغاوت بلند کرتا اور اس کی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی انسان کے کندھوں پر پڑتا اور انسان چپکے سے یہ بوجھ ''سائنس'' کے کاندھوں پر ڈال دیتا لیکن ''سائنس''...... ''ترقی پسند'' ہے۔ یہ ٹرک منوں بوجھ اٹھاتے ہیں مگر پٹرول نہ ہو تو ایک قدم آگے نہیں بڑھتے۔ گدھا بھوکا پیاسا رہتا ہے، اس کے باوجود چلتا جاتا ہے، کبھی یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ میری گھاس میں اضافہ کرو۔ اگر کسی وقت وہ کسی کے بہکانے سے صدائے احتجاج بلند کرے...... یعنی ''ڈھینچوں، ڈھینچوں'' کے ''قومی ترانے'' سے سٹرائیک کا آغاز کرے تو چند لاٹھیاں اسے کام کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ یہ مار کھاتا اور کام کرتا ہے۔ کس قدر ''وفادار'' ہے۔

گدھا بیمار ہو یا زخمی...... تھکا ہارا ہو، بوجھ تلے دبا ہوا۔ جب تک اس میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی سکت اور آپ کے ہاتھ میں لاٹھی ہے، آپ اسے ہنکائے لیے چلے جائیں۔ وہ ایک لفظ بھی آپ کے خلاف نہیں کہے گا۔ بڑھتا چلا جائے گا۔ اور مزے میں آئے گا تو گائے گا۔

رکنا میرا کام نہیں بڑھنا میری شان

امریکہ کا گدھا ہو یا روس کا۔ انگلستان کا گدھا ہو یا ہندوستان کا، افریقہ کا ہو یا ایران کا، خراسان کا ہو یا پاکستان وہ کہیں کا ہو۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ وہ گدھا ہے ''گدھا''...... دنیا کی تاریخ میں بڑے بڑے انقلاب آئے لیکن گدھے کی فطرت میں کوئی انقلاب نہیں آیا۔ وہ کل بھی گدھا تھا، آج بھی گدھا ہے۔

یوں تو ہر جگہ گدھوں نے بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ لیکن کراچی کی تعمیر ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ یہ بڑی بڑی عمارتیں، یہ لمبی لمبی سڑکیں پہلے کہاں تھیں؟ ماہی گیروں کی چھوٹی سی بستی بڑھتے بڑھتے، پھیلتے پھیلتے بہت بڑا شہر بن

گئی۔ گدھے باہر سے ریت لاتے رہے۔ سیمنٹ، بجری، چونا اور اینٹ گارا پہنچاتے رہے اور دیکھتے دیکھتے یہ شہر دنیا کا بڑا شہر بن گیا۔ پہاڑوں کے تنگ اور پر پیچ راستے جہاں کوئی ٹرک نہیں جاسکتا، وہاں گدھا ہی پہنچ سکتا ہے۔ گدھے کے ساتھ گاڑی کے اضافہ نے تو سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اس طرح ایک گدھا کئی گدھوں کا بوجھ اٹھانے لگا اور وہ کام جو گاڑی کے بغیر پورے ڈیڑھ سو برس میں ختم ہوتا پچاس برس میں ختم ہوگیا۔ قوموں کی زندگی میں پچاس برس ایک لمحہ کے برابر ہیں۔ یوں سمجھئے کہ پلک جھپکتے میں یہ سب کچھ ہوگیا جو وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ ''سائنس'' بھی اتنا بڑا کمال نہیں کرسکتی۔ جو اس ''گدھا گاڑی'' نے کیا۔ جسے آپ کراچی میں ہر موڑ پر دیکھ سکتے ہیں۔

یہ ''گدھا گاڑی'' آپ کو کسی اور شہر میں نہیں مل سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان شہروں نے بڑی دیر میں ترقی کی، کیونکہ وہاں گدھے بغیر گاڑی کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ پنجاب میں تو بیل گاڑیوں سے زیادہ کام لیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہاں کی رفتار بہت سست رہی۔ لاہور کی تعمیر مغلوں کے زمانہ سے شروع ہوئی اور آج تک ختم ہونے میں نہیں آئی۔ وہاں کے لوگ ''ڈھگوں'' پر بھروسہ کرتے رہے۔ اگر وہ بھی گدھا گاڑیاں بناتے تو اتنے طویل عرصہ میں وہ لاہور کو ''نیویارک'' بنا سکتے تھے۔

دنیا کے کسی ترقی یافتہ ملک میں آپ کو ''گدھا گاڑیاں'' نظر نہ آئیں گی۔ گدھے نے تاریخ میں اگر کوئی ترقی کی ہے تو وہ یہی ہے کہ کراچی والوں نے اُسے گاڑیوں میں استعمال کیا اور ایک گدھے نے گدھوں کا بوجھ اٹھایا۔ ایک آدمی جس کام کو پچاس دن میں کرتا ہے، چار آدمی اسے یقیناً کم دنوں میں کریں گے۔ یہ ''چوتھی جماعت'' کے ''حساب'' مؤلفہ خواجہ المتخلص بہ ''روڈ'' کا ایک سادہ سا ''سوال'' ہے لیکن ایک گدھے نے گاڑی کی مدد سے وہ کام کیا جسے شاید چار گدھے مل کر بھی نہ کرسکتے!

گھوڑے اس سے پہلے بہت ہی مغرور تھے۔ انھیں گھمنڈ تھا کہ وہ بلاشرکت غیرے ایک گاڑی کے مالک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بڑی بے راہ روی سے سڑکوں پر چلتے تھے اور گدھے کو دیکھ کر فخر سے سر اونچا کر لیتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ کوئی ''راہ گیر'' (آج کی ماڈرن اصطلاح میں ''پناہ گیر'') گاڑی کے نیچے آجاتا تھا۔

لیکن گدھے میں نام کو غرور نہیں۔ وہ اس وقت بھی گدھا تھا جب گاڑی کا ''دُم چھلا'' اس کے ساتھ نہیں لگا تھا اور آج بھی ویسا ہی گدھا ہے۔ پس...... ثابت ہوا کہ وہ ''بڑا آدمی'' ہو کر ''بد دماغ'' نہیں ہوا۔ ورنہ وہ بھی گھوڑے کی طرح گمراہ ہو جاتا۔ اور آئے دن تصادم ہوتے رہتے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آج تک کوئی شخص گدھا گاڑی کے نیچے آکر نہیں مرا۔ اس کی وجہ گدھے کی ''سلامت روی'' ہے۔

کار جب سڑک پر سے گزرتی ہے تو پیدل چلنے والوں پر بڑی بدتمیزی سے خاک دھول اڑاتی ہے۔ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی اور سمجھتی ہے کہ یہ سب میرے سامنے گرد ہیں۔ لیکن ''گدھا گاڑی'' نے کبھی ایسی بدتمیزی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ انسان کو ہمیشہ انسان سمجھتی ہے۔ آپ ایک مثال پیش نہیں کرسکتے جب ''گدھا گاڑی'' نے کبھی سڑک پر خاک

اڑائی ہو۔ٹرام کا انجن فیل ہو جائے تو وہ کراچی کی زبان میں ''کھٹارا'' ہے۔کار کا پٹرول ختم ہو جائے تو وہ ''بے کار'' ہے۔ ریلوے کے انجن کا کوئلہ ختم ہو جائے تو وہ ''گدھا گاڑی'' سے بھی زیادہ ذلیل سواری ہے۔ یہ ''گدھا گاڑی'' ہے جو ہر حالت میں چلتی ہے۔ سچ کہتے ہیں ''چلتی کا نام گاڑی ہے......''

گدھا گاڑی میں عموماً دو گدھے ہوتے ہیں۔ایک تو اصلی گدھا ہوتا ہے جو گاڑی کھینچتا ہے اور دوسرا ''محض گدھا'' ہوتا ہے۔ یہ اصلی گدھے کے ساتھ دوڑتا ہے۔ پہلے تو ہم سمجھے کہ گاڑی میں ایک گدھا کافی ہے۔ دوسرے کی تو یار لوگ یوں ہی ''پخ'' لگاتے ہیں۔لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ دوسرا گدھا ''تربیت'' اور تعلیم کے لیے گاڑی سے بندھا رہتا ہے۔تین سال تک یہ تعلیم حاصل کرتا ہے اور پھر اعلیٰ تعلیمی ڈگری لے کر اپنی گاڑی آپ چلاتا ہے اور ایک ''نئے شاگرد پیشہ'' کی تعلیم و تربیت میں منہمک ہو جاتا ہے۔

میں سوچتا ہوں اگر ایک پڑھا لکھا شخص ایک ایک جاہل کو اسی طرح پڑھاتا تو آج ہمارے ملک میں تعلیم عام ہو جاتی اور لوگ بجائے انگوٹھا لگانے کے ''راشن کارڈ کی درخواست'' پر دستخط کرتے۔ بہرحال پہلے سال گدھا نمبر۲ محض گدھا رہتا ہے۔ دوسرے سال وہ پچاس فیصد گدھا بن جاتا ہے یعنی اگر کسی موڑ پر دائیں یا بائیں مڑنا ہو تو وہ ''ہینڈل'' کا کام دیتا ہے۔اور کبھی کبھی وہ ''بریک'' کی جگہ بھی استعمال ہوتا ہے۔دو سال میں وہ ''بی اے'' یعنی (Big Ass) بن جاتا ہے۔ پھر وہ ''ایم اے'' پاس کرتا ہے......اور کبھی کبھی اصل گدھے کی جگہ لیتا ہے۔اس کے بعد وہ گدھا نمبر۱۔یعنی مکمل گدھا بن جاتا ہے اور زندگی کی دوڑ میں حصہ لیتا ہے۔کام کرتا ہے۔مار کھاتا ہے مگر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جب تک موت کی منزل نہیں آتی۔ ہندوستان اور پاکستان آزاد ہو گئے لیکن گدھے ابھی تک غلام ہیں۔وہ ہمیشہ غلام رہیں گے......!

''جشن آزادی'' کے بعد بھی یہ گدھے اسی طرح بوجھ اٹھاتے ہیں جس طرح کل اٹھائے پھرتے تھے۔ یہ گدھے جو کل بھی گدھے تھے اور آج بھی گدھے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم اس وقت بیدار ہوں گے جب ''دجال'' گدھے پر سوار ہو کر آئے گا۔ یہ گدھے کسی کے منتظر ہیں؟ لیکن بیدار ہو کر یہ گدھے نہیں رہیں گے بلکہ انسان بن جائیں گے۔

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
25 دسمبر 2008ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

● **علماء کی پارلیمانی جدوجہد**　　مرتب: محمد خالد شریف

ضخامت: ۲۴صفحات　　قیمت: چار روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں

ناشر: شعبہ نشر واشاعت جمعیت علماء اسلام لاہور　　ملنے کا پتا: دار الکتاب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

یکم ستمبر ۲۰۰۷ء کو وفاق المدارس العربیہ کے زیرِ اہتمام اسلام آباد میں منعقدہ ایک کنونشن میں صدر وفاق شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان نے اپنے صدارتی کلمات میں قائد جمعیت کو تجویز دی کہ ''موجودہ پارلیمانی جدوجہد کے نتیجہ خیز نہ ہونے کی بناء پر اس طرزِ سیاست کو خیر باد کہہ کر نفاذِ اسلام کے لیے کوئی اور طریقۂ کار اختیار کیا جائے۔'' مولانا سلیم اللہ خان نے کہا کہ گذشتہ پچاس ساٹھ برسوں میں اس ملک میں ہم جمہوری، پارلیمانی انداز میں کام کرتے ہوئے اسلام کا نظام نافذ کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے، فحاشی وعریانی اور بدامنی کے سیلاب کو روکنے میں بھی ہم ناکام رہے اور اس وقت ۷۰، ۸۰ کی تعداد میں ہمارے ارکان اسمبلی وسینٹ پارلیمنٹ میں موجود ہیں۔ تو اتنی اکثریت کے ہوتے ہوئے بھی اگر ہم اپنے اہداف کو حاصل کرنے میں ناکام رہے تو پھر ہماری گزارش یہ ہے کہ جمہوریت کے علاوہ اور بھی راستے ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا ان پر غور کیا جائے۔ علماء سے مشاورت کی جائے اور ہمارے لیے کوئی لائحہ عمل طے کیا جائے۔ تاکہ اس پر کام کرتے ہوئے ہم نفاذِ اسلام کی منزل حاصل کرسکیں۔ (ص ۲) اس کے جواب میں مولانا فضل الرحمٰن نے جمہوری نظام کے تحت اپنی جدوجہد کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ جدوجہد ہمارا فریضہ ہے، نتائج ہمارے اختیار میں نہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن نے اپنی پارلیمانی جدوجہد کی ناکامی کا بھی اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ ''آپ جمعیت علماء اسلام کے علماء جو اگرچہ ابھی تک کوئی فتح حاصل نہیں کرسکے لیکن ایک چیز کو قابو تو رکھے ہوئے ہیں'' (ص ۱۹) یہ کتابچہ مولانا فضل الرحمٰن کی جمہوری جدوجہد اوران کے مؤقف کو سمجھنے کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ (یاد رہے کہ کتابچہ مجلس عمل کے دور میں تحریر کیا گیا تھا، اب فروری ۲۰۰۸ء کے بعد مجلس عمل غفرلہ ہوچکی اور جمعیت علماء اسلام کو پارلیمنٹ میں پہلے جیسا عددی تناسب بھی حاصل نہیں رہا ہے۔) (تبصرہ: ڈاکٹر محمد عمر فاروق)

● **کتابیاتِ طیبؒ**　　مرتب: حافظ قاری بشیر حسین

ضخامت: ۱۵۱صفحات　　قیمت: ۱۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں　　ناشر: مکتبہ حامدیہ، مکان نمبر ۱۷۳۲، نواں شہر، ایبٹ آباد

دار العلوم دیوبند کے سابق مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ کی ذاتِ گرامی حلم ونجابت، شرافت، تقویٰ اور تدیّن کی انمول خصوصیات سے متصف ہونے کے علاوہ ایک بلند پایہ علمی مقام کی بھی حامل تھی۔ اس کتابچہ

میں حضرت قاری صاحب کی علمی خدمات کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ فاضل مرتب کے بقول: ''مقصود یہ تھا کہ تحریر و تقریر کے میدان میں حضرت قاری صاحب کی خدمات کا ایک خاکہ (کتابیات، ببلوگرامی) سامنے لایا جائے۔ جس میں حضرت قاری صاحب کی تصانیف کی فہرست، آپ کے مقدمات، تصدیقات و تقاریظ، آپ کے مطبوعہ خطوط، آپ کے خطبات و تقاریر نیز وہ مختلف مضامین و تحریریں جو مختلف کتب و رسائل میں شامل ہوں، وہ سب یکجا ہو جائیں۔''

مرتب نے ممکنہ حد تک دستیاب مواد تک رسائی کر کے یہ خوبصورت خاکہ ترتیب دیا ہے، جو دراصل حضرت قاری صاحب کی علمی خدمات کا آئینہ ہے۔ مرتب کی یہ قابلِ تحسین کوشش ہدیۂ تبریک کی مستحق ہے۔ (تبصرہ: ڈاکٹر محمد عمر فاروق)

● **اسلام اور مغرب** ڈاکٹر محمود احمد غازی

ضخامت: ۴۶ صفحات قیمت: ۱۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، اے۔۴/ ۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی

جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی کے ایک خطبہ کو زوار اکیڈمی نے زیورِ طباعت سے آراستہ کیا ہے۔ اپنے خطبہ میں ڈاکٹر صاحب نے اسلام اور مغرب کے تعلقات کی قدیم و جدید تاریخ کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ مغرب کے مسلمانوں کے خلاف عائد کردہ الزامات کو بے بنیاد قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے مسلمانوں کی کمزوریوں کو بھی آشکارا کیا ہے کہ جن کی بدولت اسلام کو نقصان اور مغرب کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ ''مسلمانوں کی کمزوریوں کے باوجود، اسلام تیزی کے ساتھ مغرب میں پھیل رہا ہے اور ایک بہت اہم اور عجیب بات یہ ہے کہ اسلام لانے والوں میں سب سے بڑی تعداد اور تناسب خواتین کا ہے۔'' (ص: ۴۱)

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے مغرب کی نام نہاد جدید ترقی اور اُس کی جارحانہ مسلم کش پالیسیوں سمیت اُن تمام مغربی، حیوانی رویوں کو موضوعِ بحث بنایا ہے جن کے ذریعے مسلمانوں کے دین و ایمان کو بنیاد پرستی، جہالت، دقیانوسیت اور تاریک خیالی سے موسوم کیا جا رہا ہے۔ انھوں نے اسلام کی حقانیت اور اہلِ مغرب کی منافقت کو دوٹوک انداز میں واضح کیا ہے۔ یہ خطاب اگرچہ مختصر ہے مگر اپنے اندر وسعت و جامعیت رکھتا ہے۔ ہم اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت و تقسیم کی سفارش کرتے ہیں۔ (تبصرہ: ڈاکٹر محمد عمر فاروق)

● **عہدِ فاروقی کے باکمال** مؤلف: پروفیسر علی محسن صدیقی

ضخامت: ۳۱۲ صفحات قیمت: ۲۴۰ روپے ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، اے۔۴/ ۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی

پروفیسر علی محسن صدیقی مصنف، مؤلف اور مترجم کے طور پر علمی حلقوں میں اپنی پہچان رکھتے ہیں۔ ان کا خاص موضوع اسلامی تاریخ ہے۔ ان کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس سے پہلے صدیقی صاحب کی ایک کتاب جو کہ حضرت

ابوبکر صدیق کی سیرت پر مشتمل ہے۔ ''الصدیق'' کے نام سے منظر پر آچکی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے ''عہدِ فاروقی کے باکمال'' تالیف کی۔ پروفیسر علی محسن صدیقی اس کتاب کے مقدمے کا آغاز اس طرح کرتے ہیں۔

''امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوانح حیات لکھنے کے دوران خیال آیا کہ عہدِ فاروقی کے منتخب باکمال اصحاب کا مختصر تذکرہ ایک علیحدہ کتاب میں کیا جائے۔ تاکہ قارئین کو ان پاک نفس باکمالوں سے قدرے واقفیت ہو جائے۔ ان ارباب میں سے کن حضرات کو تذکرے میں شامل کیا جائے اور کن بزرگوں کو اس فہرست سے خارج کیا جائے۔ یہ بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ کتاب کی تنگ دامانی' باکمالوں کی فروانی بھی' بہت غور کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ صرف ان باکمالوں کا مختصر حال لکھا جائے، جنھوں نے عہدِ فاروقی میں سرکاری نوعیت کا نمایاں کام انجام دیا اور بطور خاص کاروبار خلافت کی انجام دہی میں جناب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی معاونت کی ہو۔''

اس کتاب میں تیس باکمال اور محترم شخصیات کا تذکرہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ عہدِ فاروقیؓ کے لیے پروفیسر صاحب کو ایک اور کتاب تالیف کرنا ہوگی۔ بہت سے باکمال اصحاب کا ذکر اس کتاب میں نہیں آیا۔ ان کی جرأت مندانہ زندگی کو پیش کرنے کے لیے ایک اور تذکرہ لکھا جانا چاہیے۔

اس تبصرے میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے ہم ان تیس صحابہ کرام کے اسمائے گرامی ہی لکھ سکتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوعبیدہ بن جراح (۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری (۳) حضرت جریر بن عبداللہ بجلی (۴) حضرت حبیب بن مسلمہ فہری (۵) حضرت حذیفہ بن یمان (۶) حضرت خارجہ بن حذافہ عدوی (۷) حضرت خالد بن عرفطہ عذری (۸) حضرت خالد بن ولید (۹) حضرت زبیر بن عوام (۱۰) حضرت زید بن ثابت انصاری (۱۱) حضرت سعد بن ابی وقاص (۱۲) حضرت سعید بن زید قدوی (۱۳) حضرت سعید بن عامر حاجی قرش (۱۴) حضرت شرجیل بن حسنہ (۱۵) حضرت طلحہ بن عبیداللہ (۱۶) حضرت عبادہ بن صامت انصاری (۱۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (۱۸) حضرت عبداللہ بن مسعود (۱۹) حضرت عتبہ بن فزوان مازنی (۲۰) حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی (۲۱) حضرت عمرو بن عاص (۲۲) حضرت عیاض بن غنم فہری (۲۳) حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی (۲۴) حضرت جاشع بن مسعود سلمی (۲۵) حضرت محمد بن سلمہ انصاری (۲۶) حضرت معاذ بن جبل انصاری (۲۷) حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی (۲۸) حضرت نعمان بن مقرن مزنی (۲۹) حضرت ہاشم بن عتبہ زہری (۳۰) حضرت یزید بن ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں جن کی سیرت پر اردو میں اعلیٰ کتابیں موجود ہیں۔ پروفیسر صاحب نے تیس اہم شخصیات کو ایک ہی کتاب میں یک جا کر دیا ہے۔ البتہ زیرِ نظر کتاب میں کہیں کہیں پروفیسر صاحب کا اشہبِ

مطالعہ خود بھی بھٹکا ہوا اور تھکا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں ''تحکیم'' کی بحث یا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں ان کی معزولی کی بحث۔

واقعۂ تحکیم کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے مابین اختلاف کو فرو کرنے کے لیے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو حَکَم بنایا گیا تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے فرمایا: کیوں نہ ہم امت کی سربراہی کے لیے کسی ایک شخص کو نامزد کر دیں۔ پہلے آپ کوئی نام تجویز فرمائیں۔ میرے لیے ممکن ہوا تو میں آپ کی موافقت کروں گا۔ ورنہ ایک نام میں تجویز کروں گا، آپ اس کی موافقت فرما دیں۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا نام تجویز فرمایا، جبکہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت معاویہؓ کا نام تجویز فرمایا۔ حکمین کسی ایک نام پر متفق نہ ہو سکے۔ اس واقعے کی مشہور روایت میں کچھ زیبِ داستاں بھی ہے۔ یہ ''کچھ'' اتنا زہریلا ہے کہ جس کی بنیاد پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کے لیے سبّ وتبرا کا ایک باب ہمیشہ کے لیے کھل گیا ہے۔ پروفیسر صاحب نے یہاں کسی بہتر تحقیقی نتیجے تک قاری کو پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔

اسی طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اسلامی افواج کی سپہ سالاری سے معزولی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک انتظامی حکم تھا۔ کئی صحابہ کرامؓ کی رائے حضرت عمر فاروقؓ سے مختلف بھی تھی جس کے اظہار کو حضرت عمر فاروقؓ نے نہ کوئی جرم گردانا، نہ اس پر پابندی لگائی۔ البتہ اپنا فیصلہ بحال رکھا۔ یہ حکم انھوں نے اپنی منصبی ذمہ داری کے احساس اور اپنی دیانت وبصیرت کے تقاضے کی روشنی میں ہی صادر فرمایا تھا۔ بعض مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے اسی حکم کو آڑ بنا کر، حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں ناروا اور نامعقول حد تک منفی رائے زنی کی گنجائشیں پیدا کیں۔ پروفیسر صاحب اسی منفی تاثر کی رو میں خود بھی بہتے چلے گئے ہیں اور اپنے ساتھ قاری کو بھی بہا لے جانا چاہتے ہیں۔ (تبصرہ: خادم حسین)

● مغربی فلسفۂ تعلیم۔ ایک تنقیدی مطالعہ　　مؤلف: پروفیسر سید محمد سلیم

ضخامت: ۱۹۶ صفحات　قیمت: ۱۵۰ روپے　　ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز اے۔۴، ۱۷ ناظم آباد نمبر۴، کراچی

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی۔ پروفیسر سلیم مرحوم ایک فاضل محقق تھے۔ انھوں نے اس تالیف کے لیے عرق ریزی سے کام لیا۔ انھوں نے اس کتاب کے لیے ۱۴۸ کتب سے استفادہ کیا۔ ۱۹۸۱ء میں جب یہ کتاب شائع ہوئی تو اس کا ''تعارف'' حافظ وحید اللہ خان صاحب (صدر تنظیم اساتذہ پاکستان۔ سکھر) نے لکھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''پروفیسر سید محمد سلیم عربی زبان وادب کے طالب علم ہیں۔ پاکستان آ کر گورنمنٹ کالج شکار پور میں عربی کے استاد مقرر ہوئے۔ ملازمت سے استعفیٰ دے کر انھوں نے ۱۹۶۰ء میں شاہ ولی اللہ اورینٹل کالج منصورہ (نزد ہالا) قائم کیا۔ کالج سرکاری تحویل میں لیے جانے کے بعد ۱۹۷۳ء سے وہ پھر گورنمنٹ کالج شکار پور میں عربی کے استاد ہیں۔''

نئے ایڈیشن کا ''پیش گفتار'' سید عزیز الرحمٰن صاحب نے رقم کیا۔ ''یہ کتاب پہلی بار ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا جدید ایڈیشن مؤلف رحمہ اللہ کی وفات کے بعد شائع ہو رہا ہے۔'' وفات کے بعد کے ایڈیشن میں اتنی معلومات مؤلف کے بارے میں ضرور ہونی چاہیے تھیں کہ جس سے مؤلف مرحوم کا نئے پڑھنے والوں سے تعارف ہو جاتا۔ اور یہ کام چند صفحات میں ہو سکتا ہے۔

مؤلف مرحوم ''حرفِ آغاز'' کتاب کی تقریب نہایت سادگی سے بیان کر گئے:

> ''اس کتاب کی تقریب کچھ اس طرح ہے کہ تنظیم اساتذہ پاکستان کا اجتماع ۳۰ ر نومبر ۱۹۷۴ء کو سکھر میں ہونا طے پایا۔ صدر تنظیم اساتذہ جناب حافظ وحید اللہ خان صاحب نے احقر سے اصرار کیا کہ میں اجتماع میں شرکت کروں۔ پھر خود ہی میرے لیے ایک عنوان طے کر دیا کہ اس پر مقالہ پیش کروں۔ عنوان یہ تھا: ''مذہب اور اخلاق سے اہل مغرب کی بغاوت''۔ میں نے ایک مقالہ لکھ کر اجتماع میں پیش کیا۔ سامعین میں سے بعض حضرات نے کلماتِ تحسین ادا کیے اور راقم کی ہمت افزائی فرمائی۔ حافظ کی تحریک پر پھر جامعہ پنجاب کے شعبۂ تعلیم و تحقیق کی انجمن فاضلین نے ۹ رمئی ۱۹۷۵ء کو احقر کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی اور یہ مقالہ سنا۔ وہاں بھی احباب نے بڑی ہمت افزائی فرمائی۔ مزید محنت کے بعد اب وہ مقالہ موجودہ کتاب کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔''

دراصل ۱۹۸۱ء کے بعد اب ۲۸ برس گزر گئے۔ (ایک ایڈیشن ۱۹۸۶ء) میں شائع ہوا۔ اس میں بھی کوئی ترمیم و اضافہ نہیں کیا گیا)۔ مؤلف مرحوم زندہ ہوتے تو اس میں مزید اضافے کرتے۔ آج بھی یورپ کے ساتھ مسلمانوں کا فکری تضاد موجود ہے اور یہ رہے گا۔ اس کتاب سے چند حوالے پیش کرتا ہوں۔ شاید اس طرح اس کتاب کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

> ''کلیسا نے چند خود ساختہ مزعومات کی بنیاد پر جو معاشرہ یورپ میں قائم کیا تھا۔ وہ حد درجہ ناقص تھا۔ ایک رُخا تھا اور انسان کے طبعی تقاضوں کے بالکل خلاف تھا۔ مثلاً اس میں دینداری کا اعلیٰ معیار یہ مقرر کیا گیا تھا کہ مرد عورت سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کرے۔ مزید ترقی ہوئی اور پھر یہ معیار مقرر ہوا کہ کسی بھی عورت کے قریب نہ پھٹکے۔ غضب یہ کیا کہ شفقت و محبت سے بھری ہوئی ماں کے سائے سے بھی منع کر دیا گیا۔'' (یورپ کا کلیسائی معاشرہ)

> ''مذہبی جھگڑوں سے تنگ آ کر اس دور میں ''انسان دوستی'' Humanism کے مسلک کو خوب ترقی ہوئی۔ اس تحریک نے کلیسائی دور میں مسیحیت کے علوم سے عام بیزاری پیدا ہو گی۔ مشرک یونان اور مشرک روما کے لادینی اور مادی علوم سے بے حد شغف بڑھ گیا۔ یونانی اور لاطینی زبان کی تعلیم بڑے ذوق وشوق سے جاری ہو گئی۔'' (مسلک لادینیت کا آغاز)

> ''نفرت ایک اندھا جذبہ ہے۔ اس میں پھیلنے اور بڑھنے کا غیر معمولی رجحان پایا جاتا ہے۔ اسے کسی ایک

مقام پر قیام وقرار نہیں ہے۔ سائنس دان اہل کلیسا کی ستم رانیوں کا ہدف ہے۔ اس لیے اہل کلیسا کے خلاف ان کا غیظ وغضب قابل فہم ہے۔ پھر انھوں نے مزید ترقی کی اور کلیسا سے بے زار ہوگئے۔ پھر ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ مسیحیت سے بھی دامن چھڑا لیا۔ آخر میں وہ ہر قسم کے اخلاق و مذہب کے منکر ہوگئے۔ انھوں نے خدا اور آخرت بلکہ ہر نوع کے مابعد الطبعی تصور کے خلاف بغاوت کر دی۔ انکار کی لے کو اہل مغرب بہت دور تک لے گئے۔'' (مسلکِ لادینیت کا آغاز)

....

''مذہب اور اخلاق سے بے نیاز ہو کر آزادی کا عموماً مظاہرہ اس انداز میں ہوتا ہے کہ فرد اور معاشرہ دونوں شرفِ انسانیت کی بلند سطح سے گر کر حیوانیت اور بہیمیّت کی سطح پر پہنچ جاتے ہیں۔ اخلاقی قانون توڑنے کے بعد خود غرضی اور جنگل کا قانون جس کی لاٹھی اس کی بھینس نافذ ہوتے ہیں۔ نتیجتاً کشمکش، تصادم اور جنگ و پیکار رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے مغربی معاشرے کو جنگ و پیکار سے کسی صورت میں مفر نہیں ہے۔'' (مغربی نظام تعلیم کی اقدار)

نظامِ تعلیم کے حوالے سے یہ کتاب اس لیے اہم ہے کہ اس میں مغربی فلسفۂ تعلیم کا ماضی دکھایا گیا ہے۔

(تبصرہ: جاوید اختر بھٹی)

● **اصحابی کالنجوم**　　شاعر: حفیظ تائب　　معاون: محمد نعمان (نواسہ حفیظ تائب)

ضخامت: ۲۵۶ صفحات　قیمت: ۱۸۰ روپے　　ناشر: سنگت پبلشرز ۲۵۔سی، اردو بازار لاہور

حفیظ تائبؒ نے جس انکسار اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک کیا۔ وہ اپنی مثال آپ تھا۔ اگر عقیدۂ ختم نبوت پر کامل یقین شاعر میں دیکھنا ہو تو پھر حفیظ تائب کی شاعری پڑھیے۔ سرشاری کا عجیب عالم ہے۔ اس مجموعہ میں حمد ونعت، مناقب عشرہ مبشرہؓ واہل بیتؓ (ازواج واولاد) اور آخر میں مجموعی مناقب اصحاب شامل ہیں۔

اس کتابِ عقیدت ومحبت کی تقدیم کو ڈاکٹر مظہر معین صاحب نے سپردِ قلم کیا۔

''اصحابی کالنجوم'' جناب حفیظ تائب کے جمع کردہ ذخیرۂ آیات وروایات، مناقب اور نظم کردہ جملہ مناقب اصحابؓ کا مجموعہ ہے۔ جو بجا طور پر ان کا ''دیوان مناقب اصحاب'' قرار پاتا ہے۔ اگر فرشتۂ اجل نے مہلت دی ہوتی تو یقیناً وہ کتاب کے آخر میں شامل مسدس ''اصحابِ نبیؐ'' کی تکمیل کر کے مزید سینکڑوں صحابہ کرامؓ کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل کر لیتے جو عمر عزیز کے آخری حصہ میں ان کی خصوصی دینی وادبی خواہش تھی۔ مگر شاید قدرت کو یہی منظور تھا کہ اس قدر مستند، جامع اور وقیع

معلومات و منظومات یکجا کرنے والی ہستی کے تتبع میں ان کے مقرب و معاصر اہلِ شعر و ادب کو اس سعادت منقبت نگاری میں شرکت کا موقع فراہم کیا جائے۔''

ڈاکٹر معین نظامی ''سلکِ مناقب'' (دیباچۂ ثانی) میں لکھتے ہیں:

''حفیظ تائب کی شخصیت اور فن ایک دوسرے کا عکسِ جمیل ہیں اور دونوں میں حیرت انگیز یکسوئی اور یک جہتی ہے۔ ان کی شخصیت کو ان کے فکر و فن سے الگ کر کے کامل طور پر نہیں سمجھا جا سکتا اور ان کے فکر و فن کی درست تفہیم کے لیے ان کے شخصی اخلاق و کردار سے آگاہی ناگزیر ہے۔''

اس کتاب میں خوبی یہ ہے کہ عشرہ مبشرہؓ اور اہل بیت (ازواجؓ و اولادؓ) ہر ایک منقبت سے پہلے ان کی پاک اور روشن زندگیوں سے آگاہی کے لیے مستند کتب سے مختصراً حالاتِ زندگی دیئے گئے ہیں۔ پہلے عربی متن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اردو ترجمہ بھی ہے۔ اس طرح کتاب کی اہمیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ حفیظ تائب کی شاعری ان کے لیے باعثِ مغفرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ میرے نزدیک تو ان اشعار کو پڑھنا اور سننا بھی ثواب ہے اور نجات کا باعث ہے۔ (تبصرہ: جاوید اختر بھٹی)

قارئین متوجہ ہوں

قارئین کی طرف سے اکثر یہ شکایت موصول ہوتی ہے کہ ہمیں سالانہ چندہ ختم ہونے کی کوئی اطلاع نہیں ملی اور رسالہ بند کر دیا گیا ہے۔ اس شکایت کے ازالے اور قارئین کی سہولت کے لیے لفافے پر پتا کے اوپر مدت خریداری درج کر دی گئی ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ درج شدہ مدت کے مطابق اپنا سالانہ چندہ ارسال کر کے اگلے سال کی تجدید کرا لیں۔ کئی قارئین کا زرِ تعاون سالانہ دسمبر ۲۰۰۸ء میں ختم ہو رہا ہے۔ براہِ کرم اپنا سالانہ زرِ تعاون ۲۰۰ روپے ارسال فرما دیں۔ (سرکولیشن منیجر)

''نقیبِ ختمِ نبوت'' کی ترسیل اور دیگر معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0300-7345095

ادارہ

اخبارالاحرار

تحفظ ختم نبوت کانفرنس رحیم یارخان (رپورٹ: حافظ عبدالمالک شاہین)

رحیم یارخان (۲۰ رنومبر) مجلس احرار اسلام اللہ کی دھرتی پر اللہ کا نظام چاہتی ہے۔ افلاطون کا نظامِ جمہوریت، خدائی نظام کے مقابل بغاوت ہے۔ جمہوریت کی جنگ لڑنے والے دین کے دشمن ہیں۔ مجلس احرار اسلام دوسال سے حکومتِ الٰہیہ کے قیام اور مرزائیت کے تعاقب کے لیے جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہے۔ مسئلہ ختم نبوت ہمارے ایمانیات کا مسئلہ ہے۔ ان خیالات کا اظہار مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے جامعہ فاروقیہ رحیم یارخان میں متحدہ رابطہ کمیٹی مجلس احرار اسلام کے زیر انتظام تحفظ ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ جس کی صدارت مجلس احرار سلام رحیم یارخان کے امیر حافظ محمد اشرف نے کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض مولوی کریم اللہ نے انجام دیئے۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ بیرونی طاقتیں اور یہودی وقادیانی لابی پاکستان کی پارلیمنٹ سے مرزائیت کے حق میں قرارداد پاس کرانے کی سازش کررہے ہیں۔ ہم اس سازش کو ان شاءاللہ ناکام بنادیں گے۔ اگر خدانخواستہ ممبرانِ اسمبلی نے یہ حرکت کی تو نہ پارلیمنٹ رہے گی اور نہ وزراء رہیں گے۔ جو منصبِ ختم نبوت کو چھیڑے گا اس کا بیڑا غرق ہوجائے گا۔ یہ منصب اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی پہلے عطا کیا ہے۔ اللہ کے فیصلہ کے مقابلہ میں جہلاء کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ انھوں نے کہا کہ جنوبی وزیرستان میں امریکی بمباری ایک ظالمانہ اقدام ہے اور ظلم کو جائز کہنا کفر ہے۔ اربابِ اقتدار وزیروں کی فوج بھرتی کرکے دشمن کے آگے کاسہ لیے پھرتے ہیں۔ اصل جنگ نظام کی ہے۔ خدائی نظام نافذ کروامن ہوجائے گا۔ مجلس احرار اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ احرار اور تحفظ ختم نبوت لازم وملزوم ہیں۔ مجلس احرار کا قافلہ ۱۹۳۴ء سے رواں دواں ہے۔ مولانا سید حسین احمد مدنی کی صدارت میں امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری نے سیکڑوں علماء کی موجودگی میں قادیان میں احرار کانفرنس میں انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزائیت کو للکارا۔ ۱۹۵۳ء میں دس ہزار مسلمانوں نے مسئلہ ختم نبوت پر اپنی جانیں قربان کیں۔ ہم وارثانِ ختم نبوت ہیں۔ قادیانیت کے خلاف محاسبہ جاری رکھیں گے۔ انھوں نے کہا کہ قادیانی پاکستان کی سلامتی کے لیے خطرہ ہیں۔ ۶۰۰ قادیانی اسرائیلی فوج میں بھرتی ہوچکے ہیں۔ یہ فلسطینی مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہیں۔ علامہ اقبال نے کہا تھا قادیانی یہودیت کا چربہ ہے۔ یہ ملک وملتِ اسلامیہ کے غدار ہیں۔ انھوں نے کہا کہ گورنر پنجاب قادیانیوں کی پشت پناہی کررہے ہیں اور وزیراعلیٰ پنجاب نے قادیانیت کے مسئلہ پر آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اگر حکومت نے مرزائیوں کے خلاف ایکشن نہ لیا تو پھر ۱۹۵۳ء کی تاریخ دہرائی جائے گی۔ حافظ محمد اکبر اعوان نے کہا کہ گستاخ ختم نبوت کے لیے صرف تین یوم کی مہلت ہے۔ انھوں نے کہا کہ اکابرِ احرار کی شاندار تاریخ ہے۔ یہ حکومت کے سامنے مسئلہ ختم نبوت پر ڈٹ گئے۔ انگریز بھی انھیں نہ جھکا سکا۔ ہمارے بزرگوں کو انہی خاندان کی بدولت کلمہ نصیب ہوا۔ انھوں نے کہا کہ گورنر پنجاب ختم نبوت کا سوداگر بن چکا ہے۔ گورنر ہاؤس عیاش کا اڈہ بن گیا ہے۔ ہم ختم نبوت کے

پلیٹ فارم پر حکمرانوں کے محاسبہ اور ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہراول دستہ کا کردار ادا کریں گے۔ کانفرنس سے مولانا حبیب الرحمٰن درخواستی، مولانا عبدالرؤف ربانی، جمعیت اہل حدیث کے عبدالرشید شورش، انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ کے قاری ثناء اللہ فاروقی، ڈسٹرکٹ خطیب مولانا رشید احمد عباسی، جامعہ قادریہ کے مہتمم مولانا شفیق الرحمٰن سراجی اور دیگر علماء نے خطاب کیا۔ سیکڑوں افراد نے کانفرنس میں شرکت کی۔ کانفرنس رات گئے تک جاری رہی۔ آخر میں قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے دعا کرائی۔

مجلس احرار اسلام ضلع رحیم یار خان کے رہنماؤں مولانا بلال احمد، صوفی محمد اسحاق، مولانا ابومعاویہ فقیر اللہ رحمانی اور محمد یعقوب نے کانفرنس کو کامیاب بنانے میں مثالی محنت کی۔

مسلمانوں کی آزادی قائم رکھنا حکمرانوں کا فرض ہے (سید عطاء المہیمن بخاری)

رحیم یار خان (۲۰ رنومبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی امیر مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ امریکہ سمیت مختلف ممالک میں جاری معاشی بحران اور قحط افغان، عراق اور پاکستان کے قبائلی علاقوں میں ہزاروں بے گناہ معصوم انسانی جانوں کو بارود کا ڈھیر بنانے اور ان مظلوموں کے قتل عام کی بناء پر اللہ کا عذاب ہے۔ اپنے آپ کو سپر طاقت کہلوانے والا امریکہ آج خلیجی ممالک سے ۳۰۰ ملین ڈالر کی اپیل کر چکا ہے۔ جو امریکی معیشت کی تباہی کا ثبوت ہے۔ جہاں کئی ادارے دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ وہ دارالعلوم فاروقیہ عثمان پارک رحیم یار خان میں روزنامہ ''اسلام'' کو انٹرویو دے رہے تھے۔ اس موقع پر دارالعلوم فاروقیہ کے مہتمم حافظ محمد اکبر اعوان، مولانا فقیر اللہ رحمانی، مولانا بلال احمد، حافظ عبدالرحیم نیاز، حافظ محمد اشرف اور دیگر احرار کارکنان موجود تھے۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ شمالی علاقہ جات میں مشرقی پاکستان والا کھیل کھیلا جا رہا ہے کہ ہمیں زمین چاہیے، آدمی نہیں چاہیے۔ آج سے آٹھ سال قبل سابق صدر پرویز مشرف کے سیاہ دور میں جو معاہدے طاغوتی طاقتوں کے ساتھ کیے، ان کی روشنی میں امریکہ شمالی علاقہ جات میں جارحیت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ جواب قبائلی علاقوں کے بعد بنوں میں بھی میزائل حملے کر رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کی آزادی کو قائم رکھنا حکمرانوں کا فرض ہے۔ پوری قوم امریکہ سے نجات چاہتی ہے۔ پاکستان کو امریکہ کی ریاست بنا دیا گیا ہے جو کچھ امریکہ یہاں کر رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ سرحدوں کا تحفظ پاک فوج کی اہم ذمہ داری ہے۔ اسلام کے نام لیواؤں کو دہشت گرد کہہ کر مارنا سراسر ظلم ہے۔ بے گناہ مسلمانوں کو اپنی ہی فوج مار رہی ہے اور کفر کے اشتراک سے یہ عمل جاری ہے۔ افغان سرحد پر پاک امریکہ مشترکہ فضائی حملے ایک لمحہ فکریہ ہے۔

☆☆☆

حاصل پور (پ ر) مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام مسجد عثمانیہ میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتحفظ ختم نبوت کے عنوان سے منعقدہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا ہے کہ تحفظ ختم نبوت سے متعلقہ قوانین کو ختم یا نرم کرنے کے لیے موجودہ حکمران رجیم خطرناک سازشیں کر رہی ہے۔ پیپلز پارٹی اور الطاف حسین کی بھول ہے کہ قوم اس مسئلہ پر کسی کمزوری کا مظاہرہ کرے گی۔ رانا محمد افضل کی زیر صدارت منعقدہ اجتماع سے قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری، عبدالرحمٰن باوا (لندن) عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا عبدالنعیم نعمانی، مولانا محمد صفدر عباس، مولانا محمد زمان، حافظ محمد اکرم، عمیر خالد اور دیگر مقررین نے خطاب کیا۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے اور ہماری تمام مشکلات کا حل اسلام کے عمل نفاذ میں مضمر ہے۔ انہوں نے کہا کہ محض چہرے بدلنے سے ہماری مشکلات میں کمی واقع نہیں ہو سکتی یہ خطہ جس مقصد کے لیے حاصل کیا گیا تھا اس کی سلامتی کو بچانے کے لیے بھی ضروری ہے کہ اسلام

نافذ کیا جائے۔عبدالرحمٰن باوا،عبداللطیف خالد چیمہ،مولانا عبدالنعیم نعمانی اور دیگر مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانی مغربی انٹرنیشنل لابنگ کے ذریعے پاکستان میں سیاسی اثر ورسوخ بڑھا کر ملکی سلامتی کو بھی خطرے میں ڈال رہی ہے۔قادیانی جماعت اکھنڈ بھارت پر یقین رکھتے ہیں اور یہ ان کا مذہبی عقیدہ ہے۔قادیانیوں نے قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کے ذریعے پاکستان کے ایٹمی راز امریکہ کے ہاتھوں فروخت کیے۔مقررین نے کہا کہ پھر وقت آ گیا ہے کہ تحریک ختم نبوت کو از سرِ نو منظّم کیا جائے اور نئی نسل کو قادیانیوں کی خطرناک سازشوں سے آگاہ کرنے کے لیے تعلیم وتربیت اور میڈیا کو استعمال میں لایا جائے۔اجتماع میں ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین کی طرف سے قادیانیوں کی بے جا حمایت کی شدید الفاظ میں مذمت کی گئی اور مطالبہ کیا گیا کہ آئین اور قانون کی بالادستی کو یقینی بنایا جائے۔امتناع قادیانیت ایکٹ پر مؤثر عمل درآمد کرایا جائے۔قادیانیوں کو اسلامی علامات وشعائر کے استعمال سے روکا جائے۔

☆☆☆

حاصل پور (پ ر) مجلس احرار اسلام حاصل پور کے رہنما حاجی محمد اشرف، محمد نعیم ناصر، سید صدیق حسین شاہ، حافظ محمد ہارون نے ''متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی کے قیام کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ تمام مکاتب فکر کی طرف سے تحفظ ختم نبوت کے لیے مشترکہ جدوجہد وقت کی آواز اور ضرورت ہے۔

☆☆☆

قبولہ (۶ ر فروری) مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام اور مولانا نعمت اللہ اور قاری محمد اشرف کی زیر نگرانی چک نمبر ۴۱ ای بی کی جامع مسجد میں منعقدہ ایک دینی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ اور مولوی رشید احمد پنجتن آبادی نے کہا ہے کہ اسلام مذہب نہیں بلکہ دین ہے اور اس دین الٰہی میں پوری انسانیت کی فلاح مضمر ہے۔آخرت کا تصور ہی دنیا میں کامیابی کا راز ہے۔ہمیں دینی وایمانی اور قومی غیرت کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور کفر وگمراہی کے مقابلے میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بتائے ہوئے راستے سے حقیقی کامیابی حاصل کرنی چاہیے۔سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ منکرین کے خلاف تمام طبقات کو منظّم آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے۔عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ قادیانیت اور رافضیت جیسے فتنوں کا تعاقب وقت کی ضرورت ہے۔مولانا رشید احمد نے کہا کہ جزاء وسزا کا اسلامی تصور انسان کو گناہوں سے بچاتا ہے۔علاوہ ازیں احرار رہنماؤں نے قاری محمد اشرف کے فرزند حافظ محمد اسلم کے انتقال پر ان سے تعزیت کا اظہار کیا۔

دنیا بھر کا کفر عالم اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے۔(محمد فرحان الحق)

ملتان (۹ر نومبر) فکر اقبال سے انحراف آج ہماری تنزلی کا سبب ہے کشکول اٹھائے جھولی پھیلائے قومی رہنما قوم کو خودی کا سبق کیا دیں گے۔علامہ محمد اقبال ایک شاعر ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کی عملی تفسیر تھے جو اپنے کلام کے ذریعے مسلمانان ہند کو حقیقی وعملی مسلمان ہونے کا درس دیتے تھے۔آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اقبال کے فلسفہ خودی کو سمجھتے ہوئے خود کو احکامات الٰہی کے پابند کریں تاکہ اس وقت عالم کفر متحد ہو کر عالم اسلام کے خلاف جو ناپاک سازشیں کر رہا ہے اس کو منظّم انداز سے روکا جا سکے۔ان خیالات کا اظہار تحریک طلباء اسلام ملتان کے رہنما محمد فرحان الحق نے مختلف دینی، سیاسی اور سماجی

تنظیموں کے عہدیداروں سے یومِ اقبال کے حوالہ سے منعقدہ مجلس مذاکرہ ''فکرِ اقبال اور آج کا پاکستان'' میں کیا۔

چیچہ وطنی (۱۰رنومبر) علاقے میں بڑھتی ہوئی قادیانی سرگرمیوں کے حوالے سے مدرسہ عزیزیہ فصلیہ چک نمبر ۱۸۱۔۹ ایل میں قاری شبیر احمد کی زیرنگرانی تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں ایک بڑا دینی اجتماع مولانا محمد احمد (سمندری والے) اور صوفی نصیر احمد چیمہ کی زیرصدارت منعقد ہوا۔ جس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد رفیق جامی، مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر مقررین نے خطاب کیا اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ردّ قادیانیت کے حوالے سے تفصیلی روشنی ڈالی۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ علاقے کے مسلمانوں کو قادیانیوں اور قادیانی نواز عناصر کا بائیکاٹ اور محاسبہ کرنا چاہیے۔

حضرت سید عطاء المحسن بخاریؒ کی شخصیت و کردار مشعل راہ ہے۔ (محمد سلیمان یمنی)

لاہور (۱۲رنومبر) تحریک طلباء اسلام لاہور کے زیراہتمام ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں دفتر احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں تقریب منعقد ہوئی، جس کی صدارت مولوی محمد سلیمان یمنی نے کی۔ انھوں نے کہا کہ شاہ جی اپنے عظیم والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگی فتنہ قادیانی کی سرکوبی کے لیے وقف کردی۔ بڑے سے بڑا لالچ اور سخت سے سخت صعوبتیں ان کے پایہ استقلال میں لغزش نہ لاسکیں۔ شاہ جی اپنے عہد کے ایک ہی انسان تھے جو کبھی مصلحت آمیز مصالحت شکار نہ ہوئے۔ انھوں نے کہا کہ شاہ جی کی متنوع رنگ شخصیت ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ ان کے افکار و خیالات اور نظریات نہ صرف دل و دماغ کو معطر کرتے ہیں بلکہ منزل کو متعین کرنے میں رہنمائی بھی کرتے ہیں۔ قاری اکرام معاویہ نے کہا کہ وہ خطابت کے بے تاج بادشاہ تھے۔ حافظ صدیق نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وفات سے ایک سال قبل اپنی ساری املاک مدرسہ کے نام وقف کردی تھیں جو تا قیام قیامت ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہے۔ تقریب سے محمد شاہد، محمد عبداللہ، عمر حیات نے بھی خطاب کیا۔

عبداللطیف خالد چیمہ کا تین روزہ دورہ اسلام آباد/ راولپنڈی (رپورٹ: زوہیب عمر)

اسلام آباد (۲۲رنومبر) ۲۴ سال قبل ۲۶راکتوبر کو قادیانیوں نے ساہیوال میں جامعہ رشیدیہ کے استاد اور مجلس احرار اسلام ساہیوال کے امیر قاری بشیر احمد حبیب اور پولی ٹیکنیکل کالج کے طالب علم اظہر رفیق کو شہید کردیا تھا۔ سپیشل ملٹری کورٹ ملتان نمبر ۶۲ نے پانچ ملزمان کو سزائے قید اور دو ملزمان کو سزائے موت سنائی تھی۔ تقریباً ساڑھے نو سال کی سزا بھگتنے کے بعد ہائی کورٹ نے قادیانی ملزمان کو رہا کرنے کا حکم دیا تو مقدمہ کے مدعی عبداللطیف خالد چیمہ کی طرف سے جماعت نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی۔ ۱۲رجنوری ۲۰۰۴ء کو سپریم کورٹ نے قادیانی ملزمان کے وارنٹ جاری کیے۔ چونکہ ملزمان ملک سے فرار ہوچکے ہیں۔ اس لیے گرفتار نہ ہوسکے۔ تاہم ۲۰ جنوری ۲۰۰۸ء کو سپریم کورٹ کے چیف جسٹس جناب عبدالحمید ڈوگر نے کی سربراہی میں قائم بنچ نمبرا نے مدعی مقدمہ عبداللطیف خالد چیمہ کو طلب کیا جس پر انھوں نے عدالتِ عظمیٰ سے درخواست کی کہ ملزمان کو قانون کے مطابق گرفتار کیا جائے اور ساہیوال کی انتظامیہ کو اس بابت حکم صادر فرمایا جائے۔ عدالت نے قادیانی ملزمان کے جاری کردہ دائمی وارنٹ گرفتاری برقرار رکھے اور یقین دلایا کہ جب بھی ملزمان منظر پر آئے اُن کو ضرور گرفتار کرلیا جائے گا۔

عدالتِ عظمیٰ سے فراغت کے بعد عبداللطیف خالد چیمہ نے سپریم کورٹ کے احاطے میں اسلام آباد کے میڈیا کو اس کیس کے حوالے سے بریفنگ دی اور روزنامہ ''اسلام'' اسلام آباد کے سینئر صحافی جناب مفتی عمر فاروق کی طرف سے

ظہرانے میں شرکت کی اور مفتی صاحب کے ہمراہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے رہنما اور جامع مسجد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خطیب قاری عبدالوحید قاسمی کے ہاں تشریف لے گئے۔ جہاں باہمی دلچسپی کے امور خصوصاً آزاد کشمیر میں قادیانی سرگرمیوں کے حوالے سے ضروری مشاورت ہوئی۔ روزنامہ ''اُمت'' کے ایگزیکٹو ایڈیٹر اور ممتاز صحافی محترم سیف اللہ خالد (راولپنڈی) (جو چیمہ صاحب کے میزبان تھے) نے علماء کرام اور صحافیوں سے ملاقاتوں کا خاص اہتمام کر رکھا تھا۔ چنانچہ محترم سیف اللہ خالد کی رہائش گاہ تین روز تک ملاقاتوں اور رابطوں کا جنکشن بنا رہا۔ جہاں متعدد حضرات سے تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ ۲۱ر نومبر کو محترم عبداللطیف خالد چیمہ، جناب سیف اللہ خالد کی معیت میں جامعہ محمدیہ اسلامیہ سٹریٹ صادق آباد راولپنڈی تشریف لے گئے اور مدیر جامعہ جناب مفتی مجیب الرحمٰن کے جوان سال فرزند حافظ محمد معاویہ کی شہادت پر تعزیت کا اظہار کیا اور انہی کے ادارے میں پہلے سے طے شدہ نظم کے مطابق ''عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانی ریشہ دوانیوں'' کے حوالے سے بڑی مفید اور معلوماتی گفتگو کی۔ نماز جمعۃ المبارک کے بعد حضرت مفتی صاحب کی طرف سے ضیافت میں شرکت کی۔ دیگر علماء کرام کے علاوہ احرار کارکن جناب چودھری خادم حسین اور جناب خالد محمود کھوکھر بھی شریک ہوئے۔ یہاں سے فارغ ہو کر محترم چیمہ صاحب روزنامہ ''اوصاف'' کے دفتر تشریف لے گئے۔ جہاں تحریک ختم نبوت کی تازہ ترین صورتحال اور قادیانی سازشوں کے حوالے سے ممتاز صحافی جناب نوید مسعود ہاشمی نے ان کا تفصیلی انٹرویو کیا۔ ''اوصاف'' کے ایڈیٹر جناب محسن بلال خان سے بھی تبادلۂ خیال ہوا اور قادیانی سازشوں کے پس منظر اور بیرونِ ممالک ارتدادی سرگرمیوں پر گفتگو بھی ہوئی۔ نمازِ مغرب کے بعد مولانا عبدالقدوس محمدی نے آب پارہ کے ایک ہوٹل میں ضیافت کا اہتمام کیا۔ جس میں جناب محمودالحسن میر کے علاوہ میرے ایک قریبی ساتھی اور راقم نے بھی شرکت کی۔ میرے لیے یہ ایک خوشگوار حیرت کا باعث بنا کہ چھوٹے سے ہوٹل کے ایک گوشے میں چیمہ صاحب ہمارے ساتھ گپ شپ بھی کرتے رہے اور ایک میز پر ساتھ ساتھ اپنا دفتری و جماعتی لکھنے پڑھنے کا کام بھی کرتے رہے اور خبر تیار کر کے مجھے دیں اور کہا کہ فلاں فلاں اخبار کو فیکس کر دی جائیں۔ بہت ہی خوشگوار ماحول کی اس نشست کے بعد وہ اپنی قیام گاہ سیف اللہ خالد کے ہاں تشریف لے گئے اور رات دس بجے کے بعد روزنامہ ''ایکسپریس'' اسلام آباد کے صحافی جناب مقبول احمد گوہر کی طرف سے دی گئی ضیافت میں جناب سیف اللہ خالد کے ہمراہ شرکت کی۔ ۲۲ر نومبر کو صبح روزنامہ ''اسلام'' کے لیے جناب مفتی عمر فاروق نے اُن سے تفصیلی انٹرویو کیا۔ بعدازاں وہ مفتی صاحب کے ہمراہ آب پارہ میں روزنامہ ''نوائے وقت'' کے ساتھ انٹرویو کے لیے تشریف لے گئے۔ جہاں سینئر سٹاف رپورٹر جناب قاضی بلال سعید نے ''ایوانِ وقت'' میں اُن سے انٹرویو لیا۔ بعدازاں قاضی صاحب نے ''نوائے وقت'' اسلام آباد کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر جناب جاوید صدیق سے ملاقات کا اہتمام کیا۔ ملاقات میں جناب جاوید صدیق نے کہا کہ ختم نبوت کے محاذ پر ''نوائے وقت'' ہر ممکن تعاون جاری رکھے گا، لیکن کام کو جدید بنیادوں پر استوار کرنے کی ضرورت ہے اور مجلس احرار اسلام کو چاہیے کہ وہ اپنے ماضی کی روایات کو زندہ کرے۔ بعدازاں اسلام آباد کے معروف صحافی جناب اکرام بخاری نے چیمہ صاحب کے اعزاز میں ضیافت کا اہتمام کیا۔ اس کے بعد وہ جناب سیف اللہ خالد کے ہمراہ پنج بھاٹھ محقق اور مصنف جناب بشیر احمد کے ہاں تشریف لے گئے جہاں محترم شکیل عثمانی اور بشیر احمد صاحب سے ضروری اور مفید تبادلۂ خیال ہوا۔ بعد نماز عشاء آریہ محلّہ راولپنڈی میں چودھری خادم حسین کی رہائش گاہ پر چیمہ صاحب نے عشائیہ میں شرکت کی اور علماء کرام اور احرار کارکنوں سے کام کے حوالے سے تبادلۂ خیال کیا۔ مرحوم مرزا غلام قادر (مشہور احرار کارکن راولپنڈی) کے بھائی مرزا محمد یونس سے تعزیت کا اظہار کیا اور

اگلے روز ۲۳رنومبر کو واپس روانہ ہو گئے۔ مختلف حلقوں کے حضرات خصوصاً علماء کرام اور صحافیوں نے چیمہ صاحب کے دورے کا خیر مقدم کیا اور تعاون بھی! لیکن ساتھ ساتھ تقریباً سبھی افراد نے اسلام آباد میں بڑھتے ہوئے قادیانی اثر ونفوذ کے حوالے سے ان کو بریف بھی کیا اور یہ بھی درخواست کی کہ مجلس احرار اسلام اسلام آباد کی صورت حال پر نظر رکھے اور تحریک ختم نبوت کو مؤثر کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کرے کہ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ٹی وی چینل ''ڈان نیوز'' کے ممتاز صحافی جناب عمران صاحب نے بھی اپنی ملاقاتوں میں قادیانی سرگرمیوں کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کی اور کہا کہ ہمیں توقع ہے کہ مجلس احرار اسلام دنیا کے بدلتے ہوئے منظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے میڈیا کی طرف خصوصی توجہ دے گی۔

قادیانیوں کی طرف سے دو مسلمانوں کو شہید کرنے والے ملزمان کے دائمی وارنٹ گرفتاری برقرار

اسلام آباد (آن لائن) چیف جسٹس آف پاکستان عبدالحمید ڈوگر نے ۲۴ سال قبل قادیانیوں کی طرف سے دو مسلمانوں کو مشن چوک ساہیوال میں شہید کیے جانے کے ایک مشہور مقدمہ میں ملزمان کے دائمی وارنٹ گرفتاری برقرار رکھتے ہوئے ہدایت کی ہے کہ ملزمان کو اگر پاکستان میں پایا جائے تو فوری طور پر گرفتار کر کے عدالت میں پیش کیا جائے۔ جمعرات کے روز مقدمہ کی سماعت چیف جسٹس آف پاکستان عبدالحمید ڈوگر کی سربراہی میں جسٹس اعجاز یوسف اور جسٹس اعجاز الحسن پر مشتمل تین رکنی بنچ کے سامنے شروع ہوئی تو مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے عدالتِ عظمیٰ کو بتایا کہ ملزمان ابھی تک گرفتار نہیں ہو سکے جس پر عدالت نے استفسار کیا کہ کیا ملزمان پاکستان میں ہیں یا بیرونِ ملک فرار ہو چکے ہیں جس پر عدالت کو بتایا گیا کہ ملزمان کے بارے میں شبہ ہے کہ وہ بیرونِ ملک فرار ہو چکے ہیں۔ اس پر عدالت عظمیٰ نے ملزمان کے دائمی وارنٹ گرفتاری برقرار رکھتے ہوئے ہدایت کی کہ ملزمان جب بھی پاکستان آئیں یا وہ نظر آئیں تو ان کو گرفتار کر کے عدالت میں پیش کیا جائے۔ تفصیلات کے مطابق ۲۶راکتوبر ۱۹۸۴ء کو ساہیوال مجلس احرار اسلام کے صدر اور مشہور دینی درس گاہ جامعہ رشیدیہ کے استاد قاری بشیر احمد حبیب اور پولی ٹیکنیکل کالج کے طالب علم اظہر رفیق کو قادیانیوں نے مشن چوک ساہیوال کے قریب شہید کر دیا تھا۔ اس پر مجلس احرار اسلام کے رہنما عبداللطیف خالد چیمہ نے ۲۶راکتوبر کو ہی ساہیوال کے تھانہ اے ڈویژن میں ایف آئی آر درج کروائی تھی۔ بعد ازاں سپیشل ملٹری کورٹ نمبر ۶۲ ملتان نے طویل سماعت کے بعد قادیانی ملزمان محمد الیاس منیر (مربی) اور نعیم الدین کو سزائے موت سنائی تھی جس کی بعد ازاں صدرِ پاکستان ضیاء الحق مرحوم نے بھی توثیق کر دی تھی جبکہ ملزمان نے عدالت عالیہ میں سپیشل ملٹری کورٹ کو دیا تھا کہ اس مقدمہ کو دفعہ ۳۰۲ ت پ کی بجائے دفعہ ۳۰۴ ت پ کے تحت ٹرائل کرے جس کی سزا زیادہ سے زیادہ دس سال ہے جبکہ ملزمان پہلے ہی ساڑھے نو سال سے جیل میں ہیں۔ لہٰذا ان کو رہا کیا جاتا ہے۔ اس پر مدعی پارٹی کا مؤقف یہ تھا کہ سپیل ملٹری کورٹ کی سزا کو عدالت عالیہ تبدیل کرنے کی مجاز نہ تھی کیونکہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر زون اے نے سپیشل ملٹری کورٹ کو نظر ثانی کی ہدایت کی تھی نہ کہ پابند کیا تھا کہ ملزمان کا ٹرائل دفعہ ۳۰۴ ت پ کے تحت ہی چلایا جائے جس پر سپیشل ملٹری کورٹ نے دورانِ نظر ثانی کیس کو بغور جائزے کے بعد دفعہ ۳۰۲ ت پ کے تحت ہی قابل سزا رکھا اور مزید دس ہزار روپے اور پانچ ہزار روپے بالترتیب جرمانے کا اضافہ کر دیا جبکہ آئینی طور پر ملٹری کورٹ کے فیصلوں کو تحفظ فراہم کیا گیا تھا۔ اسی بناء پر مدعی پارٹی نے ۱۲ جنوری ۲۰۰۴ء میں عدالتِ عظمیٰ میں اپیل دائر کی جس پر جمعرات کے روز سماعت کے دوران عدالت نے ملزمان کے دائمی وارنٹ گرفتاری برقرار رکھے۔

ادارہ

مسافرانِ آخرت

☆ حضرت پیر جی عبداللطیف رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند، حضرت پیر جی عبدالعلیم رائے پوری شہیدؒ کے برادرِ خورد حافظ عبدالقدیر (مدرسہ تجوید القرآن چیچہ وطنی) ۸؍نومبر ۲۰۰۸ء کو انتقال کر گئے۔ قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد کفیل بخاری اور عبداللطیف خالد چیمہ نے مدرسہ تجوید القرآن میں مرحوم کے برادران اور فرزند انیس الرحمٰن سے تعزیت کا اظہار کیا۔

☆ اسلام آباد میں حضرت مولانا مفتی مجیب الرحمٰن کے جواں سال فرزند حافظ محمد معاویہ ۲؍نومبر کو بجلی کا کرنٹ لگنے سے انتقال کر گئے۔ مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے ۲۱؍نومبر کو ان کے ہاں تعزیت کی۔

☆ مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے سینئر کارکن جناب حاجی عیش محمد رضوان کے داماد اور محمد معاویہ رضوان کے بہنوئی محمد اسلم سندھو (اوکاڑہ) کی والدہ ماجدہ گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے ۱۳؍نومبر کو اوکاڑہ میں ان سے تعزیت کا اظہار کیا۔ مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کے ارکان شیخ نسیم الصباح، شیخ مظہر سعید، خالد محمود اور دیگر بھی ہمراہ تھے۔

☆ والدہ صاحبہ مرحومہ، جناب اکرم راہی گلاسگو (۱۰؍نومبر ۲۰۰۸ء)

☆ شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی کے سسر شیخ عبدالرشید مرحوم (شیخوپورہ) ۱۹؍نومبر ۲۰۰۸ء

☆ میاں محمد صاحب مرحوم (والد خالد فاروق صاحب تلہ گنگ)

☆ میاں عبدالاحد صاحب مرحوم (بہنوئی میاں محمد اویس) لاہور۔ ۸؍نومبر ۲۰۰۸ء

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاء مغفرت کا اہتمام فرمائیں۔ حق تعالیٰ سب کی مغفرت اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

علماءِ حق کا ترجمان
المیزان
ناشران وتاجرانِ کتب
دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ
دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762

مرتب: محمد الیاس میراں پوری

اشاریہ ''نقیبِ ختم نبوت'' (۲۰۰۸ء)

دل کی بات (اداریہ):

عنوانات	مضمون نگار	ماہ	صفحہ
بے نظیر بھٹو کا قتل......ملکی سلامتی کے خلاف سازش	مدیر	جنوری	۳
جنابِ صدر! ضد چھوڑیئے، گھر جایئے	مدیر	فروری	۲
''زوال تیرے تعاقب میں ہے''	مدیر	مارچ	۲
نئی حکومت، پرانے مسائل	مدیر	اپریل	۲
نازک وقت، درست فیصلوں کی ضرورت	مدیر	مئی	۲
قادیانی خلافت کا صد سالہ جشن؟	مدیر	جون	۲
حکمران جواب دیں	مدیر	جولائی	۲
''ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات	مدیر	اگست	۲
گاؤ آمد، خر رفت	مدیر	ستمبر	۲
اپنی زمین پر دشمن کی جنگ	مدیر	اکتوبر	۲
طوطا چشم رہنما، سادہ لوح عوام، بے قابو حالات	مدیر	نومبر	۲
کٹے پھٹے پاکستان کے امریکی نقشے	مدیر	دسمبر	۲

شذرات:

حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ سے امیر احرار کی ملاقات	عبداللطیف خالد چیمہ	فروری	۳
حضرت سید نفیس الحسینی رحمتہ اللہ علیہ/حضرت مولانا محمد اشرف شاد رحمتہ اللہ علیہ	مدیر	مارچ	۳
انڈونیشیا میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ	عبداللطیف خالد چیمہ	مئی	۳
انڈونیشیا میں نبوت کے دعویدار کو چار سال قید کی سزا	عبداللطیف خالد چیمہ	مئی	۴
مجلس احرار کے جدید انتخابات...../حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری کی رحلت	عبداللطیف خالد چیمہ	مئی	۴
قادیانی خلافت کا تازہ ترین تحفہ/مجوزہ آئینی پیکیج اور دینی حلقوں کے تحفظات	عبداللطیف خالد چیمہ	جون	۴
پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد سے قادیانی طلباء وطالبات کا اخراج اور بحالی	عبداللطیف خالد چیمہ	جولائی	۳
قادیانی خلافت اور ہماری ذمہ داریاں	عبداللطیف خالد چیمہ	جولائی	۴
آئندہ مردم شماری اور قادیانی	عبداللطیف خالد چیمہ	اگست	۳
ذرائع ابلاغ پر نظر رکھیے!/پیپلز پارٹی، ایم کیو ایم اور قادیانیت	عبداللطیف خالد چیمہ	اکتوبر	۳
متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی کا قیام	عبداللطیف خالد چیمہ	نومبر	۳

دین ودانش:

نماز کی عظمت (درسِ حدیث)	مولانا عبداللطیف مدنی	جنوری	۵
علاماتِ ایمان اور ان کی حلاوت (درسِ حدیث)	مولانا عبداللطیف مدنی	فروری	۴
شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ	سید ابوذر بخاریؒ	فروری	۷
اسلام کا تصورِ ریاست	مولانا عبدالحق چوہانؒ	فروری	۱۱

زانی ایمان کی حالت میں زنا نہیں کرتا	مولانا عبداللطیف مدنی	مارچ	۴
توحید کی حقیقت (پہلی قسط)	سید عطاء المحسن بخاریؒ	مارچ	۷
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	ڈاکٹر عبدالمعید	مارچ	۱۴
کامل مسلمان کون؟ (درسِ حدیث)	مولانا عبداللطیف مدنی	اپریل	۴
توحید کی حقیقت (دوسری و آخری قسط)	سید عطاء المحسن بخاریؒ	اپریل	۶
اے کہ تیرے وجود پر خالقِ دو جہاں کو ناز	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	اپریل	۹
جانور بھی گستاخِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو برداشت نہ کر سکا	مولانا حذیفہ وستانوی	اپریل	۱۲
اسلام کی ابتداء غربت میں ہوئی اور انتہا بھی غربت میں ہوگی (درسِ حدیث)	مولانا عبداللطیف مدنی	مئی	۶
خاتمہ کے وقت توحید کی شہادت نجات کی ضمانت ہے (درسِ حدیث)	مولانا عبداللطیف مدنی	جولائی	۶
نماز چھوڑنے کا عذاب	مولانا حذیفہ وستانوی	جولائی	۸
علیؓ اور معاویہؓ دونوں حق پر	ترجمہ: صبیح ہمدانی	اگست	۱۵
خلیفۂ عادل وراشد سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ	سید عطاء المنان بخاری	اگست	۱۷
استقبالِ رمضان المبارک	سید عزیز الرحمٰن	ستمبر	۳
سیدنا حضرت ابوایوب انصاریؓ	بابو شفقت قریشی	ستمبر	۶
پیامِ عید	سید عطاء المحسن بخاریؒ	اکتوبر	ٹائٹل
علم کیا ہے؟ (درسِ حدیث)	مولانا عبداللطیف مدنی	اکتوبر	۱۰
طالب علم کے لیے وصیت کرنے کا بیان	مولانا عبداللطیف مدنی	نومبر	۵
حج کی حقیقت	مولانا محمد زکریاؒ	نومبر	۸
”دعائے فاروقی“	انتخاب: ذوالکفل بخاری	نومبر	۱۱
عشرۂ ذی الحجہ، قربانی اور اس کے تقاضے	مولانا عبداللطیف مدنی	دسمبر	۳
از دل خیز۔ ایک اعرابی صحابی کی مقبول دعا	ذوالکفل بخاری	دسمبر	۹

بازگشت:

فتنۂ جمہوریت	سید عطاء المحسن بخاریؒ	جنوری	۲

شاعری:

انتخاب	شورش کاشمیری	جنوری	ٹائٹل
دعاء	پروفیسر خالد شبیر احمد	جنوری	۱۰
نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	عادل یزدانی	جنوری	۱۱
نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	ابوسفیان تائب	جنوری	۱۱
قلم کی آزادی	شورش کاشمیریؒ	جنوری	۱۲
ڈڈاں ڈڈاں کو ووٹ دو	مجید لاہوری مرحوم	جنوری	۱۳
غزل	سید یونس الحسنی	جنوری	۱۴
غزل	جعفر بلوچ مرحوم	جنوری	۱۴
افکارِ عصر	کامران رعد	جنوری	۱۵
نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا دوست محمد ساقیؒ	فروری	۱۸

کس لیے؟	جعفر بلوچ	فروری	۱۹
لہولہو یہ قافلہ	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	فروری	۲۰
ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم	جعفر بلوچ	مارچ	۱۷
رنگِ سخن	پروفیسر محمد اکرام تائبؔ	مارچ	۱۸
تعبیرِ ناتمام	پروفیسر خالد شبیر احمد	مارچ	۱۹
نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر محمد اکرام تائبؔ	اپریل	۱۴
خود ساختہ رہبرِ قوم کے نام	پروفیسر خالد شبیر احمد	اپریل	۱۵
غزل	مولانا دوست محمد ساقیؒ	اپریل	۱۶
ویپتی وجہ ربک	فیض احمد فیض	مئی	ٹائٹل
نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر خالد شبیر احمد	مئی	۸
ارضِ وطن	کامران رعد	مئی	۹
ماں	پروفیسر محمد اکرام تائبؔ	مئی	۱۰
حمد باری تعالیٰ	بنتِ امیر شریعت مدظلہا	جون	۱۴
نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	سید ابوذر بخاریؒ	جون	۱۵
قادیانی لٹیرا، فرنگی گھاگ سپیرا، پاپ الاؤ	سید ابوذر بخاریؒ	جون	۱۶
امامت/ ہندی مسلمان	علامہ محمد اقبالؒ	جون	۱۷
نبوت/ پنجابی مسلمان	علامہ محمد اقبالؒ	جون	۱۸
منکر ختم نبوت کا حشر	مولانا ظفر علی خاںؒ	جون	۱۹
عجمی اسرائیل	شورش کاشمیریؒ	جون	۲۰
غدارِ وطن	جانباز مرزاؒ	جون	۲۱
ڈھینچوں ڈھینچوں ''ہفتگی لاہور'' کے نام	سید عطاء المحسن بخاریؒ	جون	۲۲
نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر محمد اکرام تائبؔ	اگست	۲۷
انجامِ گلستاں......؟	سید ابوذر بخاریؒ	اگست	۲۸
نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	سید عطاء المحسن بخاریؒ	ستمبر	۹
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں؟	امیر الاسلام ہاشمی	ستمبر	۱۰
رنگِ سخن	پروفیسر محمد اکرام تائبؔ	ستمبر	۱۲
چل بسا جعفر بلوچ	جعفر بلوچ	اکتوبر	۴۳
نظم	سید عطاء المحسن بخاری	نومبر	ٹائٹل
نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر خالد شبیر احمد	نومبر	۲۴
موت کو آتی نہیں ہے موت (بیاد: سید عطاء المحسن بخاریؒ)	جعفر بلوچ	نومبر	۲۵
بیادِ اقبالؒ	شورش کاشمیریؒ	نومبر	۲۶
نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر خالد شبیر احمد	دسمبر	۱۰

افکار:

جنرل پرویز سے مسٹر پرویز تک	پروفیسر خالد شبیر احمد	جنوری	۱۶

اسلام کا محاسبہ۔ یورپ سے درگزر	ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی	جنوری	۲۰
توہین رسالت کی ایک اور ناپاک جسارت	سید محمد معاویہ بخاری	جنوری	۲۵
ایک دھکے کی ضرورت	سیف اللہ خالد	جنوری	۲۹
اِحیائے ثقافتِ اسلامی کی تحریک	حافظ صفوان محمد چوہان	جنوری	۳۱
''میراج پھٹنے کو ہے''	ذوالکفل بخاری	فروری	۲۱
سرمایہ دارانہ نظام میں شمولیت اور ووٹ کی شرعی حیثیت	مولانا محمد احمد حافظ	فروری	۲۴
یہ مسلسل سازشیں	پروفیسر خالد شبیر احمد	فروری	۳۲
آزمائش کی گھڑی	محمد عمر فاروق	فروری	۳۶
وزارت سے پہلے وزارت کے بعد	سیف اللہ خالد	فروری	۳۸
الیکشن ۲۰۰۸ء۔ جمہوری عمل یا امریکی عزائم......	محمد مختار عمر	فروری	۴۰
عدلیہ کی بحالی کے ساتھ اسلام کی بالادستی بھی ضروری ہے	مولانا زاہد الراشدی	مارچ	۲۰
سرمایہ دارانہ جمہوری نظام میں شمولیت اور ووٹ کی شرعی حیثیت	مولانا محمد احمد حافظ	مارچ	۲۳
محبت کے نام پر زہر	محمد طاہر سلطان کھوکھر	مارچ	۳۶
نئی حکومت اپنی ذمہ داری پوری کرے	جاوید چودھری	اپریل	۱۷
دائرے کا سفر	سیف اللہ خالد	اپریل	۲۰
اٹھتے ہیں حجاب آخر	مجیب الرحمٰن	اپریل	۲۲
فتنۂ نیو ورلڈ آرڈر اور سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	حذیفہ وستانوی	مئی	۱۱
انسان زندگی کو نہیں، زندگی انسان کو کنٹرول کر رہی ہے	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	مئی	۱۸
کروں گا کیا جو ''تجارت'' میں ہو گیا ناکام	آفتاب اقبال	مئی	۲۵
اسلامی قوانین کی حمایت پر برطانوی چرچ میں ہنگامہ	سعید احمد عباسی	مئی	۲۷
پاکستان میں علمی دنیا کے مسائل	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی	مئی	۳۰
اسلام کی آفاقیت وابدیت	حافظ محمد سلیمان یمنی	مئی	۳۵
جب تک ہم توبہ نہیں کرتے......	جاوید چودھری	جون	۶
جشنِ آزادی	سید عطاء المحسن بخاریؒ	اگست	۴
ان کی آمد سے پہلے اور واپسی کے بعد	سید محمد معاویہ بخاری	اگست	۹
کون سا ''نظام'' چاہتے ہیں؟	عبدالمنان معاویہ	اگست	۱۰
سانحۂ لال مسجد......نہ زخم کریدو کہ لہو رِستا ہے	مسز نائلہ خاور	اگست	۱۲
کہاں گیا وہ آخری مُگّا	عرفان صدیقی	ستمبر	۱۳
جشنِ آزادی نہیں، یومِ تجدید عہد	انیف کاشر	ستمبر	۱۶
مسلمانو! حیاتِ جاوداں پانے کے دن آئے	عبدالرشید ارشد	ستمبر	۱۹
ترقی کا اسلامی معیار	ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری	ستمبر	۲۳
پیپلز پارٹی، ایم کیو ایم اور قادیانیت	عبداللطیف خالد چیمہ	اکتوبر	۴
قادیانیت نوازی	مولانا محمد ازہر	اکتوبر	۸
وقت بدلے گا تو......	ذوالکفل بخاری	نومبر	۱۴

عنوان	مصنف	ماہ	صفحہ
تہذیبوں کے عروج وزوال میں علم کا کردار	مولانا محمد عیسیٰ منصوری	نومبر	۱۷
برہنہ مسکراہٹیں اور عریاں شوخیاں	ذوالکفل بخاری	دسمبر	۱۱
امریکی انتخابات۔سیاہ فام کی جیت	سید یونس الحسنی	دسمبر	۱۴
جدید الیکٹرانک میڈیا کے بارے میں حالیہ بحث ومناظرہ	مولانا محمد زاہد	دسمبر	۱۶
الآثار:			
''اگر علماء اب بھی متحد نہ ہوئے......'' اجتماعِ احرار، ظاہر پیر	سید ابوذر بخاری	جنوری	
صحابہ کرامؓ پر تنقید	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ	فروری	
اقتباس کالم روزنامہ ''خبریں''	سید عطاء المحسن بخاریؒ	مارچ	
عدل وانصاف کی برکتیں	تفسیر ابن کثیر، اردو	اپریل	
پالیٹکس/ پاکستان کی سیاسی زندگی	سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	مئی	
دعوتِ فکر	سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	جون	
انجام کیا ہوگا؟	مولانا ابوالکلام آزادؒ	اگست	
''آج وطن عزیز وحشتوں کی زد میں ہے......''	سید عطاء المحسن بخاریؒ	اکتوبر	
''اس میں شک نہیں پاکستان کی نظریاتی اساس اسلام ہے'' (ہفت روزہ ''چٹان'')	سید عطاء المحسن بخاریؒ	نومبر	
پاکستان کا مستقبل	سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	دسمبر	
شخصیات:			
مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمتہ اللہ علیہ	ڈاکٹر سید عبداللہؒ	جنوری	۱۶
مولانا ابوالکلام آزادؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	سیدہ اُمِّ کفیل بخاری مدظلہا	فروری	۴۳
ابوالکلام آزادؒ کی فکری زندگی	عالم خوندمیری	فروری	۵۰
مولانا غلام غوث ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ	غلام محمد خان نیازی	مئی	۴۳
حضرت مولانا انظر شاہ کاشمیریؒ کی رحلت	سید محمد کفیل بخاری	جون	۹
علی گڑھ یونیورسٹی میں شاہ جی کا سحرِ خطابت	شان الحق حقی مرحوم	اگست	۲۹
علی گڑھ یونیورسٹی میں شاہ جی کی معرکہ آراء تقریر	مولوی محمد سعید	اگست	۳۰
مرزا نذیر احمد عینک فریبی	عبداللطیف الفت	اگست	۳۲
سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، ایک استعمار دشمن شخصیت	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	ستمبر	۲۶
مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمتہ اللہ علیہ	مولانا محمد اسحاق بھٹی	ستمبر	۳۰
خوش نوا بھی، نقش گر بھی (بیاد: سید ابوذر بخاریؒ)	شعیب ودود	اکتوبر	۳۳
اردو ادب کی سعید روح۔جعفر بلوچ مرحوم	ڈاکٹر انور سدید	اکتوبر	۳۹
شورش کاشمیریؒ۔ایک عہد، ایک اسلوب!	محمد الیاس میراں پوری	اکتوبر	۴۴
حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور قادیانیت (پہلی قسط)	پروفیسر خالد شبیر احمد	دسمبر	۲۰
نقد ونظر:			
دیوبند پر انتہا پسندی کا الزام؟	مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی	جنوری	۴۲
طنز ومزاح:			
زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	جنوری	۴۵

زبان میری ہے بات اُن کی	ساغراقبالی	فروری	۵۹
زبان میری ہے بات اُن کی	ساغراقبالی	مارچ	۴۷
زبان میری ہے بات اُن کی	ساغراقبالی	اپریل	۴۸
زبان میری ہے بات اُن کی	ساغراقبالی	مئی	۵۱
زبان میری ہے بات اُن کی	ساغراقبالی	جون	۱۱۲
زبان میری ہے بات اُن کی	ساغراقبالی	اگست	۵۳
زبان میری ہے بات اُن کی	ساغراقبالی	ستمبر	۵۰
یہ گدھے	مجید لاہوری	دسمبر	۴۰

ردّ قادیانیت:

قادیانیوں کا صد سالہ جشن، حقیقت کے آئینے میں (پہلی قسط)	پروفیسر خالد شبیر احمد	مارچ	۳۹
موجودہ بحران میں قادیانیوں کا کردار	محمد عابد مسعود	مارچ	۴۵
کراچی میں قادیانیت کی تبلیغ کے لیے پانچ نئے مرکز قائم	آصف سعود	اپریل	۲۵
قادیانیوں کا صد سالہ جشن، حقیقت کے آئینے میں (دوسری قسط)	پروفیسر خالد شبیر احمد	اپریل	۳۴
مرزا قادیانی کی علمیت کا تحقیقی مطالعہ	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی	اپریل	۳۹
قادیانیوں کا صد سالہ جشن، حقیقت کے آئینے میں (تیسری قسط)	پروفیسر خالد شبیر احمد	مئی	۳۷
تصویر کے دو رخ	سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	جون	ٹائٹل
علامہ انور شاہ کاشمیریؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور فتنۂ قادیانیت کا تعاقب	ادارہ	جون	۲۳
عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانی	علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ	جون	۲۴
قادیان میں احرار کا معرکہ (خطاب: احرار کانفرنس قادیان)	سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	جون	۲۷
احرار اور قادیانیت کا تعاقب (خطاب ختم نبوت کانفرنس قادیان)	مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ	جون	۳۳
مسلمان مرزائیوں کے خلاف کیوں صف آراء ہیں؟	چودھری افضل حقؒ	جون	۳۷
اقبال، عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانیت	مرتب: سید عطاء المنان بخاری	جون	۳۸
مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت؟	سید عطاء المحسن بخاریؒ	جون	۴۲
قادیانیوں کی در پردہ مہم	مولانا زاہد الراشدی	جون	۴۷
قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی اصل حقیقت	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی	جون	۵۰
قادیانیوں کا صد سالہ جشن، حقیقت کے آئینے میں (چوتھی قسط)	پروفیسر خالد شبیر احمد	جون	۵۵
مجلس احرار اسلام اور محاسبۂ قادیانیت (۱۹۳۱ء۔۱۹۵۳ء)	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	جون	۶۳
سر ظفر اللہ خان کے پاکستان پر "احسانات"	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	جون	۸۴
مرزا جی کا بڑھاپا اور ظالم عشق کا سیاپا	مولانا عنایت اللہ چشتیؒ	جون	۸۷
مرزا قادیانی کے اُوٹ پٹانگ الہام	محمد الیاس میراں پوری	جون	۹۴
جھوٹے دعوے داروں کی فہرست	انتخاب: علی مردان قریشی	جون	۹۶
چھوڑ دو تم......	شیخ راحیل احمد (جرمنی)	جون	۱۰۰
قادیانیوں کے لیے نجات کا آخری راستہ!	مولانا زاہد الراشدی	جولائی	۱۳
قادیانیوں کا صد سالہ جشن، حقیقت کے آئینے میں (پانچویں قسط)	پروفیسر خالد شبیر احمد	جولائی	۱۶

قادیانیوں کے قبولِ اسلام میں اصل رکاوٹ	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی	جولائی	۲۲
مرزائی تبلیغ میں ملوث پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد سے ۲۳ طلباء کا اخراج	سید ذکر اللہ حسنی	جولائی	۲۵
قادیانی کے ہاتھوں قائد آباد میں معصوم بچے کا قتل اور احرار کے وفد کا دورہ	عبدالرشید ارشد	جولائی	۲۸
قادیانی ریشہ دوانیوں میں مذموم اضافہ......	سلطان سکندر	جولائی	۳۲
نصابِ تعلیم میں عقیدۂ ختم نبوت کی ضرورت	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	اگست	۴۰
قادیانیوں کا صد سالہ جشن، حقیقت کے آئینے میں (چھٹی قسط)	پروفیسر خالد شبیر احمد	اگست	۴۳
بین الاقوامی سطح پر قادیانیوں کی سرگرمیوں کے سدباب کی ضرورت	عبداللطیف خالد چیمہ	اگست	۴۷
قادیانیوں کی نئی چال	مولانا زاہد الراشدی	ستمبر	۳۱
قادیانیوں کا صد سالہ جشن، حقیقت کے آئینے میں (ساتویں و آخری قسط)	پروفیسر خالد شبیر احمد	ستمبر	۳۴
فلسطین، اسرائیل اور سر ظفر اللہ خان (پہلی قسط)	پروفیسر مشتاق خان کیانی	اکتوبر	۱۴
کوٹلی میں قادیانیوں کی سرگرمیاں	محمد مقصود کاشمیری	اکتوبر	۲۲
ننکانہ صاحب میں قادیانیوں کی تازہ دہشت گردی	سید رمیز الدین احمد	اکتوبر	۲۹
''کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے''	پروفیسر خالد شبیر احمد	نومبر	۲۷
آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے	ادارہ	نومبر	۳۹
انڈونیشیا میں قادیانیوں پر پابندی لگانے کا اعلان	میاں علی رضا	نومبر	۴۳
پاکستانی قادیانی جماعت کی اسرائیل دوستی	عرفان محمود برق	دسمبر	۲۴
فلسطین، اسرائیل اور قادیانی (آخری قسط)	پروفیسر مشتاق خان کیانی	دسمبر	۳۱

حسنِ انتقاد (تبصرۂ کتب):

جنوری: سیدنا معاویہؓ کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ (محمد ظفر اقبال)، مولانا لال حسین اختر۔ سوانح و افکار (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی) قراردادِ مقاصد کا مقدمہ (سردار شیر عالم خان ایڈووکیٹ) خطبۂ حجۃ الوداع، اسلامی تعلیمات کا عالمی منشور (ابوعمار زاہد الراشدی) جامعہ حفصہ کا سانحہ۔ حالات و واقعات کا لائحۂ عمل (ابوعمار زاہد الراشدی) سورۃ کہف کی تفسیر کے تناظر میں دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال (مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ) اشرف اللطائف (محمد اسحاق ملتانی) ۲۰۰ مردانِ حق (پروفیسر عشرت حسین جاوید) دینی مدارس کا نصاب و نظام نقد و نظر کے آئینے میں (ابوعمار زاہد الراشدی) ص ۴۶

مارچ: رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی) دینی مدارس اور عصر حاضر (شبیر احمد خان میواتی) یدِ بیضا (ترجمہ وتحقیق: عبدالستار گریوال) آثارِ سرسید (ضیاء الدین لاہوری) ص ۴۸

مئی: نمازِ مسنون (مرتب: ابوسفیان تائب) القواعد الصرفیہ (مولانا سید نظام الدین شاہ) خصائل نبوی کا دل آویز منظر (مولانا عبدالقیوم حقانی) احمدی دوستو! تمہیں اسلام بلاتا ہے (محمد متین خالد) ص ۴۸

جون: ماہنامہ ''نورعلی نور'' کراچی کا دورۂ تفسیر قرآن نمبر'' (مدیر اعلیٰ مولانا عبدالرشید انصاری) زین المحافل شرح الشمائل للترمذی کی تقریب رونمائی (مولانا عبدالغنی حقانی) کتابوں کی کتاب (مولانا الیاس احمد) عائلی قوانین اور اختلافی نوٹ (مولانا احتشام الحق تھانویؒ) سوانح حیات حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری (ملک عبدالقیوم اعوان) سالنامہ ''پیغام'' لاہور۔ مولانا محمد اعظم طارق شہید نمبر ص ۱۱۳

جولائی: عصرِ حاضر میں اجتہاد۔ چند فکری و عملی مباحث (ابوعمار زاہد الراشدی) متحدہ مجلس عمل۔ توقعات، کارکردگی اور انجام (ابوعمار زاہد الراشدی) فانی زندگی کے چند ایام۔ خودنوشت سوانح حیات (مولانا محمد حسن جان مدنی شہیدؒ) شمع رسالت کے ایمان افروز واقعات (محمد اسحاق ملتانی) امام اعظم ابوحنیفہ۔ حیات و فقہی کارنامے (مشتاق احمد قریشی) چراغِ محمد۔ سوانح حیات شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ) صاحبزادہ طارق محمود رحمہ اللہ (محمد اورنگ زیب اعوان) نوادرات مولانا

سعیدالدین شیرکوٹی (مولانا محمد اورنگ زیب اعوان) ص۳۹

ستمبر: عشرین لأبی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (مفتی رشید احمد علوی) علاماتِ ترقیم اور ہمزہ لکھنے کے قواعد (مولانا الیاس احمد) تجوید الاطفال (قاری حبیب الرحمٰن) تلفظ ضاد (قاری حبیب الرحمٰن) ماہنامہ ''رشد'' لاہور۔ حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمبر (مدیر: حافظ انس نضر مدنی) جہادِ افغانستان کا یکتا مجاہد۔ مولانا راحت گل رحمۃ اللہ علیہ (مولانا سید العارفین) تحفظ ختم نبوت کی صد سالہ تاریخ (مولانا مشتاق احمد چنیوٹی) ص۵۱

اکتوبر: سیّدی وَ اَبی (بنتِ امیر شریعت سیدہ اُم کفیل بخاری مدظلہا) حکایاتِ چوں چناں (شعیب ودود) چودھری افضل حق اور ان کی تصنیف ''زندگی''۔ سوانح اور فکری وفنی مطالعہ (ڈاکٹر اسلم انصاری) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام امن عالم (مولانا مجاہد الحسینی) ص۴۷

دسمبر: علماء کی پارلیمانی جدوجہد (مرتب: محمد خالد شریف) کتابیاتِ طیبؒ (مرتب: حافظ قاری بشیر حسین) اسلام اور مغرب (ڈاکٹر محمود احمد غازی) عہدِ فاروقی کے باکمال (پروفیسر علی محسن صدیقی) مغربی فلسفہ تعلیم۔ ایک تنقیدی مطالعہ (پروفیسر سید محمد سلیم) اصحابی کالنجوم (حفیظ تائب) ص۴۳

کہانی:

عورت کی بے بسی	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	مئی	۴۶

ادبیات:

سید عطاء المحسن بخاری کا اسلوبِ نگارش	محمد الیاس میراں پوری	نومبر	۵۰

مکاتیب:

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کا مکتوب گرامی	ادارہ	اگست	۵۱

خصوصی مطالعہ:

کتاب سازی کی فضا میں تصنیف	مولانا محمد ازہر	نومبر	۴۷

روشنی:

مسلمانوں کو مرتد کرنے والا ڈاکٹر کا قبولِ اسلام	بصیر احمد	ستمبر	۴۴

الافتاء:

علماء لدھیانہ کا مرزا قادیانی کے خلاف سب سے پہلا فتویٰ	ادارہ	جون	۱۳

یادِ رفتگاں:

حکیم حافظ عبدالرشید چیمہ رحمۃ اللہ علیہ...... چند یادیں، چند باتیں	حافظ حبیب اللہ چیمہ	جولائی	۳۵

ترحیم (مسافرانِ آخرت):

مارچ: حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور، ۵؍فروری ۲۰۰۸ء)/حضرت مولانا محمد اشرف شاد رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ اشرفیہ مانکوٹ، ۱۶؍فروری ۲۰۰۸ء)

مئی: حضرت صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ (۶؍اپریل ۲۰۰۸ء)

اکتوبر: جعفر بلوچ مرحوم (لاہور۔ ۲۷؍اگست ۲۰۰۸ء)

نومبر: حضرت مولانا فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ (جامعہ خیر المدارس ملتان، ۲۶؍ستمبر ۲۰۰۸ء)

☆☆☆

عیدالاضحیٰ کے موقع پر

قربانی کی کھالیں

مجلس احرار اسلام

کے شعبہ تبلیغ

تحریک تحفظ ختم نبوۃ

کو دیجیے

جملہ رقوم، عطیات، زکوٰۃ وعشر، صدقات
قیمت چرم قربانی بھیجنے کے لیے

چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری (مدرسہ معمورہ)
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم ملتان	061 - 4511961 0300-6326621
مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار چناب نگر	047 - 6211523 0345-7594257
مدرسہ معمورہ دفتر احرار لاہور	042 - 5865465 0300-4240910
مولوی محمد طیب مدنی مسجد چنیوٹ	0321-7708157
دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی	040 - 5482253
عبدالرحمٰن جامی جلال پور پیروالا	0301-7576369
مدرسہ معمورہ، میراں پور (میلسی)	0308-7944357
مدرسہ ختم نبوت گڑھا موڑ (میلسی)	0300-7723991
مدرسہ ابوبکر صدیق، تلہ گنگ	0300-5780390
ڈاکٹر ریاض احمد جتوئی (مظفرگڑھ)	0301-5641397
رانا محمد نعیم (حاصل پور)	0334-7102404
مدرسہ ختم نبوت، بورے والا (وہاڑی)	0300- 6993318
مدرسہ محمودیہ معمورہ، ناگڑیاں (گجرات)	0301-6221750
محمد اشرف علی احرار، فیصل آباد	0300- 7623619
محمد اصغر لغاری امیر ہزار خان (مظفرگڑھ)	0301-6983665
عبدالکریم قمر (کمالیہ)	0333-6377304
مولانا فقیر اللہ رحمانی، رحیم یار خان	0301- 3660168
مولانا عبدالعزیز، مدنی مسجد بہاولپور	0333-6397740
شفیع الرحمٰن احرار (کراچی)	0314-2027529

الداعی الی الخیر

تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

۱۲ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ---دسمبر ۲۰۰۸ء

- کٹے پھٹے پاکستان کے امریکی نقشے
- برہنہ مسکراہٹیں اور عریاں شوخیاں
- الیکٹرانک میڈیا...... بحث ومناظرہ
- عشرۂ ذی الحجہ، قربانی اور اس کے تقاضے
- قادیانی جماعت کی اسرائیل دوستی
- علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور قادیانیت